اشکِ تمنّا

شعری مجموعہ

تمثیلہ لطیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ کے حسنِ مطالعہ کی نذر

بصد خلوص

تمثیلہ لطیف

اشکِ تمنا

کسی کو پانے کی اب دل میں جستجو ہی نہیں
ہمارے پیشِ نظر کوئی آرزو ہی نہیں

اشکِ تمنا

اردو شاعری

تمثیلہ لطیف

نام کتاب . . . . اشکِ تمنّا

مصنفہ . . . . تمثیلہ لطیف

کمپوزنگ . . . . . امجد مرزا امجدؔ (لندن)

سرورق . . . . . امجد مرزا امجدؔ (لندن)

ناشر . . . . . . سویرا اکیڈیمی لندن

سال اشاعت . . . 2020ء

ملنے کا پتہ :

لندن : امجد مرزا امجدؔ ،فون نمبر: 07939 830093

یہ کتاب امجد مرزا امجدؔ نے سویرا اکیڈیمی لندن سے چھپوا کر لندن اور پاکستان سے جاری کی

سویرا اکیڈیمی لندن

انتساب

امی، ابا اور ناز

کی محبتوں کے نام

جنہوں نے مجھے آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا

فہرست

’’اشکِ تمنّا‘‘ ۔۔تمثیلہؔ لطیف کا سخن

تحریر: ڈاکٹر منورؔ احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ

جناب امجد مرزا امجدؔ صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے تمثیلہؔ لطیف سے متعارف کروایا اور مجھے اچھی شاعری کی ایک اور تصنیف مطالعہ کے لئے حاصل ہوئی۔

تمثیلہ کی کتاب کا نام ’’اشکِ تمنا‘‘ منزلوں کی جانب تنہائی کا اشارہ دے رہا ہے جو غمِ ذات اور ہجر کی داستانوں سے بھرپور ہے۔غزلیات میں بہت سے زندہ عنوانات کے تحت خیالات کی اطاعت کی گئی ہے۔فرقت، مجبوری، خفگی، الجھن، حاصلِ زیست، مروت، انتہائے عشق، تلخیِ غمِ حیات، تنہائی، دلربائی، خواب، تعبیریں، بیقراری، غمِ جاناں، حادثاتِ جہاں جیسے سنجیدہ مضامین کو سلاست و خوبی کے ساتھ شاعرہ نے اشعار کی دلکش مالا میں پرو دیا ہے جن سے قاری حظ اٹھاتا چلا جاتا ہے۔

یہ اک دعائیہ کلیشے ہی سہی مگر تمثیلہؔ اور یقیناً ہم سب کے لئے ہمیشہ ہی بہت اہم رہا ہے کہ ’’اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!‘‘۔۔ آمین

تمثیلہؔ لطیف صاحبہ کے لئے ذیل میں ایک مختصر نظم ان کی نذر کرنے کی جسارت کرتا ہوں، گر قبول افتند!

تمثیلہؔ لطیف ... نرم حروف کی شاعرہ

(از: ڈاکٹر منورؔ احمد کنڈے، ٹیلفورڈ، انگلینڈ: یکم جولائی ۲۰۱۹ء)

بات ہے سچی اونچا اونچا سارا ادب قبیلہ
اک زرّیں ہے صندلی جس پر بیٹھی ہے تمثیلہؔ
مولیٰ کی الفت میں اس کا دل اتنا معمور
آگے اس کی ہمت کے ،سب درد ہوئے کافور

اس کے سارے کام ہیں اچھے، ہر اچھی تدبیر
صلہ ملے گا صبر کا اک دن، چمکے گی تقدیر
غور کیا کہ تمثیلہؔ ہے کن رمزوں میں کھوئی
ساری دنیا ہمراہی، پر ساتھ نہیں ہے کوئی
تمثیلہؔ کے آگے رہتا اک چہرہ دن رین
وہ ہی تو اک روپ منورؔ لینے نہ دے چین
چلنا سیدھی راہوں پر ہی بنا ہے اس کا دھرم
سنجیدہ گفتار ہے اس کی، حرف بہت ہیں نرم
دکھ کتنے بھی آئیں ، اس پر ہمت نہ وہ ہارے
سُکھ کے موسم کی خاطر وہ رب کو تُرت پکارے
سوچوں میں محبوب نہاں ہے ، اُس پر وارے جان
ملے گی آخر منزل وہ بھی جس کا ہے ارمان
جو دکھیاری ممتا کے سر رکھ دیتا ہے ہاتھ
ربِّ عا لم رہے ہمیشہ اُس مومن کے ساتھ
لفظوں کی بھرمار سے لپٹی درد بھری تنہائی
کمی منورؔ رہی نہ کوئی ہجر کی نیک کمائی
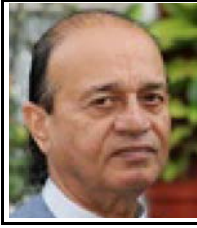
ایک حساس دل شاعرہ

امجد مرزا امجدؔ

تمثیلہ لطیف صاحبہ سے جان پہچان واٹس اپ پر ہوئی جہاں آپ لندن کے معروف ادبی گروپ ''بزم سخن لندن'' میں شامل تھیں ۔۔ ادبی لگن شعرو شاعری کا شوق اور مخلص طبیعت ہوتو بات جان پہچان سے بڑھ کر بھائی چارے پر آن رکتی ہے ۔لہذا میں نے انہیں چھوٹی بہن کا درجہ دیا اورانہوں نے مجھے بڑا بھائی مان لیا ۔۔اللہ پاک یہ مقدس اور مخلص رشتے سدا قائم رہیں ۔۔آمین

تمثیلہ کی دو کتابیں پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں جو شاید اب نایاب ہیں ۔میں چونکہ لندن میں کمپوزنگ ،گرافک اور پرنٹنگ کا کام بھی کرتا ہوں لہذا میری خواہش ہوئی کہ ان کا اگلا مجموعہ کلام مجھے شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو ۔۔لہذا ان کا نیا مجموعہ کلام ''اشکِ تمنا'' آج آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔۔

جس کے لئے میں اپنے نہایت محترم استاد میرے شفیق دوست بھائی جناب ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت محنت اور محبت سے اس مجموعہ کو دیکھا پرکھا اور سنوارا کہ دنیائے ادب میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل ہو اور شائقین ادب اس سے پوری طرح مستفید ہوں ۔۔

تمثیلہ لطیف کو میں نے نہایت سادہ مزاج مخلص اور خوبصورت شاعرہ کے روپ میں پایا ۔۔ہم ابھی تک ایک دوسرے کو نہیں ملے ۔۔مگر یہ رشتے روحوں کے ہوتے ہیں ۔ جہاں صرف اخلاص کا بندھن ہوتا ہے ۔وہ ایک حساس شاعرہ ہے جس نے زندگی بھر دکھ پالے ہیں ، جو ان کے ہر شعر سے واضع ہیں ۔

دل کو کہیں قرار نہ تمثیلہؔ مل سکا جاگا ہے ایسا کرب کوئی میری ذات میں

ان کی غزلوں میں بدلتی ہوئی زندگی اور جذبات واحساسات کے نئے مظاہر ملتے ہیں انہوں نے حاضر کے کرب کو اپنے اندر سمو کر اپنے تجربات کو شعری سانچے میں ڈھالا ہے ۔ان کی غزلوں نظموں میں ہجر و وصال کے ساتھ ساتھ جو زندگی کا ایک اہم حصہ ہے اور زندگی کی ترش و تلخ حقیقتوں سے آگاہی بھی ہے وہ

اپنے اشعار میں بے رحم سچائیوں کے پر خار رستوں سے آگاہ کرتی ہیں انہیں ایک خوشگوار انقلاب کی آمد کا یقین بھی ہے اور اپنے خلوص و عزم پر بھروسہ بھی جس کا وہ کھل کر اظہار کرتی نظر آتی ہیں۔

مجھ کو ہر ایک گام پہ ٹھوکر ملی نئی　　منزل کی جستجو میں سنبھلنا پڑا مجھے

تمثیلہ لطیف کے مطالعے سے قاری کو ایک احساس بیدار ہوتا ہے اور اسے بیدار ذہن سے شاعرہ سے ملاقات کا موقع ملتا ہے۔جس کے سینے میں انتہائی نازک دل دھڑک رہا ہوتا ہے جو پتوں کی کھڑکھڑاہٹ اور ہوا کی سرگوشیاں بھی سنتی ہے زندگی کے اتار چڑھاؤ اور رشتوں کے بدلتے مزاج کو بھی محسوس کرتی ہے۔ ان کی غزل کے دو اشعار دیکھئے جو انہوں نے اپنی جیسی لڑکیوں کو مخاطب کر کے لکھی ہے۔ان کی شاعری میں نسوانیت کا نہایت خوبصورت رنگ موجود ہے۔ان کے ہاں جذبے کی آنچ میں شدت ہے اور ایک ایسی شفیتگی ہے جو شعر کی جمالیات رنگ و آہنگ عطا کرتی ہے۔

مجبور کس قدر یہاں ہوتی ہیں لڑکیاں　　سینے کے داغ اشک سے دھوتی ہیں لڑکیاں

کر کے نثار اپنی محبت کے سارے پھول　　اپنے جگر میں خار چبھوتی ہیں لڑکیاں

مجھے پورا یقین ہے کہ ان کی شاعری ہر قاری کو پسند آئے گی اور ان کا یہ مجموعہ کلام دنیائے ادب میں ایک قیمتی ادبی سرمایہ سمجھا جائے گا۔۔

آپ نے نعت سے ابتدا کی اور غزلوں کے ساتھ ساتھ نظمیں ،قطعات و رباعیاں بھی شامل اشاعت کیں۔میری نیک خواہشات و دعائیں شاعرہ کے ساتھ ہیں،اللہ پاک انہیں زندگی سلامتی کے ساتھ سدا خوشحال رکھے اور اسی طرح ادب کی خدمت کرتی رہیں۔

ایک بار پھر انہیں اپنے نئے مجموعہ کلام پر دلی مبارک باد ہو اور امید ہے کہ آپ اپنا ادبی سفر اسی طرح قائم و دائم رکھیں گی۔۔اور میری دلی دعا ہے کہ آپ کی یہ دعا یہ خواہش پوری ہو اور سدا مسکراتی رہیں۔

وہ جو دلربا میرے ساتھ ہو میری زندگی میں بہار ہو

کھلیں پھول راہوں میں جا بجا دلِ مضطرب کو قرار ہو

عرضِ ناتمام

تمثیلہ لطیف

شعر کہنا ہر کہہ و مہ کے بس کی بات نہیں، یہ تو عطیہ خداوندی ہے جو کسی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ خالقِ کائنات نے مجھے بھی یہ وصف عطا کیا ہے۔ کم عمری میں ہی شعر کہنے کی کوشش کی، یوں ''کوئی ہم سفر نہیں'' سے شعر کی دنیا میں قدم رکھا تو عمر سترہ برس تھی۔

''اشکِ تمنا'' میرا تیسرا مجموعہ کلام ہے جو ''دشت میں دیپ جلے'' کے بعد منظر عام پر آ رہا ہے۔ یہ فطرت سے میرے لگاؤ اور شعر گوئی سے محبت کی کہانی ہے جو ان شعری مجموعوں اور خصوصاً اس مجموعہ میں بیان کی گئی ہے۔

ان اشعار میں میرے باطن کا درد، کسک، لاحاصل کی جستجو اور غزل کے فطری موضوعات کے ساتھ ساتھ سماج کے مسائل کا اظہار کیا گیا ہے۔ جنہیں میری حد درجہ حساس طبیعت نے محسوس کیا تو درد کے لامتناعی سلسلے صفحۂ قرطاس پر الفاظ کی صورت رقم ہو گئے۔

معاشی لحاظ سے میں اس طبقے سے تعلق رکھتی ہوں جو غربت کی چکی میں پس رہا ہے ،اس لئے اشعار ذاتی طور پر نمود و نمائش کی تشہیر کے لئے نہیں کہے گئے بلکہ اپنے ذاتی تذکیہ کے لئے اشعار کو ذریعہ اظہار بنایا گیا۔ میں شاعری کو دل اور روح کی تسکین کا ذریعہ سمجھتی ہوں تاہم اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ نہ صرف سوزِ جگر میں اضافے کا باعث بنتی ہے بلکہ بعض اوقات سوہانِ قلب و روح بھی بن جاتی ہے۔ چنانچہ میری شاعری میں آپ کو ان تینوں محولہ بالا صورتِ حال کی عکاسی نظر آئے گی۔

میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئی ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے جن تک میں نے اپنی بات پہنچا دی ہے۔

آخر میں محترم ڈاکٹر منور احمد کنڈے صاحب جنہوں نے میری شاعری پر اپنی نظر کرم فرمائی اور برادرم محترم امجد مرزا امجؔد صاحب کا شکریہ جنہوں نے اس کتاب کو لندن سے شائع کیا۔ جزاک اللہ۔۔!!

نعت

کیا شان ہے رہنے میں کیا لطف ہے جینے میں
اے کاش کبھی گزریں دن رات مدینے میں

جب جسم سے جاں نکلے ہو سامنے در ان کا
بس اور نہیں کوئی حسرت مِرے سینے میں

کشکول تو آنکھوں کے بھرتے ہیں وہاں جا کر
موتی ہیں شفاعت کے رحمت کے خزینے میں

تقدیر ہے کیا ان کی خوش بخت ہیں وہ کیسے
اصحاب جو بیٹھے ہیں آقا کے سفینے میں

یہ سارا جہاں جس سے مہکا ہوا رہتا ہے
تمثیلؔہ وہ خوشبو تھی آقا ﷺ کے پسینے میں

نعت

بادشاہی ہے نرالی تیری
ساری دنیا ہے سوالی تیری

روشنی پاتا ہے عالم تجھ سے
کملی شانے پہ ہے کالی تیری

تجھ سا دنیا میں نہیں آیا کوئی
ہر ادا دیکھنے والی تیری

امن کے شہر مدینہ مکہ
کیا ریاست ہے مثالی تیری

❁

کسی کو پانے کی اب دل میں جستجو ہی نہیں
ہمارے پیشِ نظر کوئی آرزو ہی نہیں

ہماری ہستی ہے اس پھول کی مثال اب کے
کہ جس کے دامنِ امکاں میں رنگ و بو ہی نہیں

اسی سے رہتی ہوں میں محوِ گفتگو اکثر
وہ ایک شخص کہ جو میرے رو برو ہی نہیں

بچھڑ کے تجھ سے تماشہ بنی حیات مری
تمھارے بعد کہیں میری آبرو ہی نہیں

زمانے بھر کی مجھے ہمرہی ملے بھی تو کیا
مرے نصیب میں جب میرے دوست تو ہی نہیں

غبارِ راہ ہوئی اس لیے بھی تمثیلہؔ
اسے تو پھولنے پھلنے کی آرزو ہی نہیں

دل کو کہاں قرار ذرا دن میں رات میں
ایسی کوئی لکیر نہیں میرے ہات میں

مثلِ شرار مجھ پہ تُو برسا ہے کس لیے
تلخی تھی اس قدر بھی کہاں میری بات میں

ابرِ کرم ادھر بھی کبھی ٹوٹ کر برس
صحرا کی تشنگی ہے مرے کنجِ ذات میں

جاؤں میں جس طرف بھی رہِ زندگی کے بیچ
بیٹھے ہوئے ہیں میرے عدو میری گھات میں

دامن میں آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں رہا
الجھی ہے جب سے آنکھ میری کائنات میں

دل کو کہیں قرار نہ تمثیلؔہ مل سکا
جاگا ہے ایسا کرب کوئی میری ذات میں

جیسے گری ہو برقِ تپاں جس کی شاخ پر
میں راہِ زندگی میں ہوں وہ بے اماں شجر

دنیا نے اس کو جڑ سے اکھاڑا ہے دوستو
جس پیڑ پہ تھا آیا محبت کا کچھ ثمر

کیسے سسک سسک کے یہاں جی رہے ہیں ہم
جانے تری بلا تجھے اس کی ہے کیا خبر

ہم دن کی روشنی میں لگاتے ہیں قہقہے
روتے ہیں تیری یاد میں ہم رات بھر مگر

الجھی ہوئی ہے سانس کی ڈوری تو کیا ہوا
آخر کو کٹ ہی جائے گا جیون کا یہ سفر

تمثیلہؔ اس سے شکوہ نہیں من کی آگ کا
جلتی ہوئی لکیر ہے قسمت کی ہاتھ پر

ہوتی ہیں اب بھی اس کی درِ دل پہ دستکیں
جو شخص میری ذات سے بیگانہ ہو گیا

اس بے وفا کے ذکر پہ روئی تھی ایک بار
ہر اشک میری آنکھ کا افسانہ ہو گیا

پیتی ہوں تیری یاد میں ایسے لہو کے گھونٹ
انداز ہو بہ ہو مرا رندانہ ہو گیا

اس بار اس کی یاد میں شدت تھی اس قدر
لبریز میرے ضبط کا پیمانہ ہو گیا

آنے لگا ہے ہم کو علاجِ غمِ حیات
اپنا مزاج جیسے حکیمانہ ہو گیا

سینے میں دل کا حال ہے تمثیلہؔ اس طرح
جیسے نثار شمع پہ پروانہ ہو گیا

میرے ہمدم ترے سوا مجھ سے
موسمِ گل ہوا خفا مجھ سے
زندگی چیخ بن گئی میری
درد ایسے الجھ پڑا مجھ سے
مانگتا ہے مرے وہ خال و خد
تیری فرقت میں آئینہ مجھ سے
کس نے مجبور کر دیا مجھ کو
کس نے چھینا ہے حوصلہ مجھ سے
پوچھتا ہے ترا پتہ اکثر
شبِ فرقت میں اک دیا مجھ سے
پھر جلایا ہے دیپ یادوں کا
پھر الجھنے لگی ہوا مجھ سے
کیا بتاؤں جہاں کو تمثیلہؔ
کون تھا جو ہوا جدا مجھ سے

روشنی دل میں وہ کہاں ہے اب
آرزوؤں کا بس دھواں ہے اب

دل کے آنگن میں تیری یادوں کا
ایک ہلکا سا بس گماں ہے اب

بد گماں تھی کبھی زمیں مجھ سے
میرا دشمن یہ آسماں ہے اب

منزلوں کا پتہ تھا جس پہ رقم
زد پہ آندھی کی وہ نشاں ہے اب

یاد آتے تو ہو مگر ہمدم
پہلی شدت سی وہ کہاں ہے اب

دیکھ اس کے بغیر تمثیلہؔ
زندگی اپنی رائیگاں ہے اب

تری تلاش میں کیا کیا نہ کھو دیا میں نے
کہیں پہ اشک کہیں داغِ دل رہا میں نے

کیے ہیں جب بھی رقم زندگی کے غم ہمدم
تمہارا ذکر کہیں بھی نہیں لکھا میں نے

میں بے وفا ہوں چلو دوست مان لیتی ہوں
کیا ہے تجھ سے جدا اپنا راستہ میں نے

تری خوشی ہی مری زندگی کا حاصل ہے
ہر ایک جرم ترا اپنے سر لیا میں نے

ہر ایک دشت کی اب مجھ کو خاک چھاننی ہے
تمہارے عشق میں کرنی ہے انتہا میں نے

وہ جاگ جائے نہ یہ سوچ کر اے تمثیلہ
سرہانے اپنے رکھا ہے یہ رت جگا میں نے

تلخیِ غمِ حیات کی سہتا نہیں کوئی
میری طرح فراق میں روتا نہیں کوئی

اتنی بھی اپنے پاس اب فرصت نہیں رہی
احساس دوسروں کا تو رکھتا نہیں کوئی

جو آگ جس کے پاس ہے وہ اس کی آگ ہے
اوروں کی آگ میں یہاں جلتا نہیں کوئی

سایہ بھی میرے ساتھ نہیں ہے غمِ حیات
مجھ جیسا اس جہان میں تنہا نہیں کوئی

دنیا میں ایک ایک سے بڑھ کر حسیں ہیں لوگ
تجھ سا حسیں جہان میں دیکھا نہیں کوئی

تمثیلہؔ اور بھی ہیں بہت دلربا مگر
اس کے بغیر آنکھ میں جچتا نہیں کوئی

اک یہی تمنا ہے

ہے یہی آرزو مرے دل کی

تم کو دیکھوں

کبھی ملوں تم سے

شکل وصورت میں

آپ کیسے ہو

فون پہ

یوں تو بات ہوتی ہے

تیری آواز ہے یا جادو سا

جس میں

پوری میں کھو سی جاتی ہوں

تیری آواز کے فسوں سے یہی

اک تمنا سی دل میں اٹھتی ہے

کسی جانب

کسی بھی سمت سے دوست

تم مری زندگی میں آجاؤ

بند آنکھوں میں جیسے

خواب کوئی

خار کے ساتھ گلاب کوئی

میری دنیا

حسین ہو جائے

آ بھی جاؤ

کہیں سے آجاؤ

کب دامنِ حیات میں سارے ہیں میرے خواب
میں ہوں ادھوری اس لیے آدھے ہیں میرے خواب

دامن پہ یہ جو قطرے لہو کے ہیں میرے دوست
آنکھوں کی پور پور سے رِستے ہیں میرے خواب

اشکوں نے ضبط کے سبھی ساحل بہا دیے
اس بار اتنے زور سے ٹوٹے ہیں میرے خواب

تم جس جگہ پہ چھوڑ کے مجھ کو جدا ہوئے
اب بھی اُسی مقام پہ رکھے ہیں میرے خواب

اکثر میں کچی نیند میں اٹھنے لگی ہوں اب
کچھ ایسے میری آنکھ میں الجھے ہیں میرے خواب

تمثیلؔہ بے قرار ہوں اس واسطے بھی میں
کچی ہے میری عمر اور کچے ہیں میرے خواب

آج کتنی تنہا ہوں

دیکھ میں
آج کتنی تنہا ہوں
کون دیکھے
یہ بےبسی میری
کوئی ایسا
کہاں زمانے میں
کوئی بھی
اب نہیں ہے اس قابل
آج اپنا
کہوں تو کس کو کہوں
کوئی ہمراز
کوئی دوست نہیں

بوجھ ہے
زندگانی میرے لیے

کچھ جہاں میں نہیں ہے میرے لیے

دیکھ میں

آج کتنی تنہا ہوں

خواہشیں

سب بکھر گئیں میری

خواب میرے

تمام ٹوٹ گئے

جیسے

تعبیر ہی نہ تھی ان کی

زندگی

جیسے اک تماشا ہے

کون جانے

کہ کس کے دل میں یہاں

جو چھپا ہوا ہے

دیکھ میں

آج کتنی تنہا ہوں

جس قدر بھی میں خواب دیکھتی ہوں
شب سے نکلے گلاب دیکھتی ہوں

میں نکلتی ہوں ایک الجھن سے
اک نیا اضطراب دیکھتی ہوں

یاد آتا ہے بے وفا جب بھی
اپنی آنکھیں پُر آب دیکھتی ہوں

پہلے دیکھوں میں ایک کچا گھڑا
بعد اس کے چناب دیکھتی ہوں

دن میں تجھ کو میں بھولنا چاہوں
شب کو تیرے ہی خواب دیکھتی ہوں

جب بھی دیکھوں اسے میں تمثیلہؔ
آنکھ بھر بے حساب دیکھتی ہوں

ہم تری یاد میں یوں روتے ہیں
فصل اک آنسوؤں کی بوتے ہیں
تُو ہمیں کس لیے منائے گا
ہم بھلا کون تیرے ہوتے ہیں
غمِ جاناں ، غمِ زمانہ کو
اپنے اندر ہی ہم سموتے ہیں
جان سکتی نہیں جسے دنیا
ایسے کچھ حادثے بھی ہوتے ہیں
پھول اپنی گرفت میں کب ہیں
ہار اشکوں کے ہم پروتے ہیں
روز اک آرزو مچلتی ہے
روز ہم بے قرار ہوتے ہیں
اپنے دامن کے داغ تمثیلہؔ
ہم تو اشکوں سے اپنے دھوتے ہیں

جس کا حسین چہرہ میرے دل کو بھا گیا
وہ شخص مجھ کو چھوڑ کے آخر چلا گیا

ڈھونڈا ہے تجھ کو میں نے کچھ اتنے جنون سے
میں اس طرف گئی ہوں جدھر راستہ گیا

دیمک کی طرح چاٹ گیا ہے تمہارا غم
یہ اژدھا تو میری جوانی کو کھا گیا

اپنا شباب ڈال دیا جس کی گود میں
اب سوچتی ہوں اس نے بھلا مجھ کو کیا دیا

جس کے سبب تھی دل کے اندھیروں میں روشنی
ہم نے وہ آرزو کا دیا بھی بجھا دیا

تمثیلہؔ دل کا بوجھ یوں ہلکا کیا سدا
جب اس کی یاد آئی تو آنسو بہا دیا

یہ کیسا درد مقدر میں لکھ دیا اس نے
مرے نصیب کو پتھر میں لکھ دیا اس نے

میرے وجود کو تخلیق کی قبا دے کر
شکستِ ذات کے محور میں لکھ دیا اس نے

میں جس کے واسطے سورج کشید کرتی رہی
شکستہ رات کے منظر میں لکھ دیا اس نے

مرے وجود کے کھلتے ہوئے گلابوں کو
ہوائے دستِ ستم گر میں لکھ دیا اس نے

میں ایسا اشکِ تمنا ہوں جس کو تمثیلہؔ
ہمیشہ دیدۂ اختر میں لکھ دیا اس نے

ناواقفِ جذبات وہ انسان نہیں تھا
اپنا تھا کوئی غیر یا انجان نہیں تھا

دل تیرے علاوہ کبھی دھڑکا نہ میری جاں
حالانکہ تیرے ساتھ یہ پیمان نہیں تھا

میں تجھ سے بچھڑ کر بھی ہوں زندہ مرے ہمدم
تُو جسم تو میرا تھا مگر جان نہیں تھا

ہوتا جو کسی اور سے منسوب کسی طور
اک آدھ بھی اس دل میں ارمان نہیں تھا

دورانِ جدائی جو ہوا چاک ہمیشہ
کچھ تم ہی کہو میرا گریبان نہیں تھا

یہ شعر کہ جس درجہ بھی تمثیلہؔ لکھے ہیں
سب زخم تھے سینے کے یہ دیوان نہیں تھا

❁

دل کی طلب میں ساتھ بھی چلنا پڑا مجھے
اس کا ہر ایک ظلم بھی سہنا پڑا مجھے

ٹوٹے کچھ ایسے ضبط کے بندھن شبِ فراق
اشکوں سے دل کے داغ کو دھونا پڑا مجھے

اس نے لیا تھا میری انا کا جب امتحاں
شیشے کے ساتھ سنگ بھی رکھنا پڑا مجھے

آئی نہ راس اس کی جدائی کسی طرح
پھر خود غمِ جہان میں ڈھلنا پڑا مجھے

مجھ کو ہر ایک گام پہ ٹھوکر ملی نئی
منزل کی جستجو میں سنبھلنا پڑا مجھے

تمثیلہؔ چل دیا تھا وہ دامن سمیٹ کر
تنہا وفا کی آگ میں جلنا پڑا مجھے

دوریاں بڑھاتے ہیں

دوریاں حد سے جب گزرتی ہیں
ہر قدم
فاصلے بڑھاتی ہیں
زندگی کے طویل رستے پر
جن کے دامن میں بے وفائی ہو
جس قدر
ان کو ٹوٹ کر چاہو
اپنی عادت نہیں بدل سکتے
توڑ دیتے ہیں
دل کا آئینہ
ہم تو سادہ مزاج لوگ ہیں دوست
ہم یہ سب کچھ

سمجھ نہیں سکتے

ہم کو ہوتا ہے

ہر گھڑی ہر پل

ایک احساس بس وفاؤں کا

چاہتوں کا

محبتوں کا پاس

ہر کسی پر یقین کرتے ہیں

ہم وہ سادہ مزاج لوگ ہیں دوست

فاصلوں کو جو کم ہی کرتے ہیں

زندگی کے طویل رستے پر

جن کے دامن میں بے وفائی ہو

بس وہی

دوریاں بڑھاتے ہیں

❁

کام ایسا نہ کر سکا کوئی
زخم دل کا نہ بھر سکا کوئی

آنکھ کے راستوں سے روح تلک
کون ہے جو اتر سکا کوئی

اس جہانِ خراب کے اندر
میری صورت سنور سکا کوئی !!

صحنِ گلشن میں ایک غنچہ بھی
پھول بن کر نکھر سکا کوئی !!

جیسے بکھری ہوں میں زمانے میں
نہ خاک بن کے بکھر سکا کوئی

میرے بِن اپنی آنکھ تمثیلہؔ
آنسوؤں سے نہ بھر سکا کوئی

داغ سینے کے چھپا کر ہنس لیے
یا کبھی آنسو بہا کر ہنس لیے

یہ ہمارا حوصلہ ہے دوستو
داغ دامن پر سجا کر ہنس لیے

کھا کے ہم ٹھوکر کبھی مسکا لئے
اور کبھی ٹھوکر لگا کر ہنس لئے

بارہا ایسا ہوا شامِ الم
میرؔ کے اشعار گا کر ہنس لیے

گھر کا آنگن جب لگا ڈسنے ہمیں
ہم ترے کوچے میں جا کر ہنس لیے

کیا ہے تمثیلہؔ ہماری زندگی
زندگی پہ کھلکھلا کر ہنس لئے

❁

خواب جتنے تھے سبھی میرے ادھورے رہ گئے
نیند کے دامن میں کچھ بجھتے ستارے رہ گئے

ہر طرف موجوں کا ہے اک حشر برپا اور میں
دور میلوں دور میرے سب کنارے رہ گئے

منزلوں کے سب نشاں منہ زور آندھی لے اُڑی
میرے دامانِ طلب میں کچھ شرارے رہ گئے

ایک دھندلا سا گماں ہے بچپنے کا آس پاس
کچھ کھلونے رہ گئے ہیں کچھ غبارے رہ گئے

چل دیا وہ غیر کی الفت کا دامن تھام کر
ہم اکیلے دشت میں الفت کے مارے رہ گئے

کب ہوئی پوری کوئی بھی آس تمثیلہؔ مری
جس قدر ارمان تھے وہ دل میں سارے رہ گئے

ہو گئے ہم بے وفا

ایک انجانے

سفر میں وہ ملا

ہم تھے دونوں اجنبی

پھر نہ جانے

کس طرح

ہم ہوئے تھے ہم کلام

کچھ ہوئے وعدے بہم

دوستی پکی ہوئی

میں نے پوچھا

کیا سدا

تم یونہی چاہو گے دوست

اس نے پھر ہنس کر کہا

یہ بھی کوئی

جانِ من!
پوچھنے کی بات ہے
ہو گیا
اس پر یقیں
پھر ذرا سی بات پر
وہ جدا مجھ سے ہوا
بھول کر باتیں سبھی
ہو گئے ہم بے وفا

بنتی ہے روگ دل کا محبت کبھی کبھی
کرتی ہے زخم زخم عنایت کبھی کبھی

خوابوں پہ کوئی پہرہ نہیں ہے مگر اے دوست
اچھا ہو شب بھی کھولے حقیقت کبھی کبھی

اس دل کے آئینے میں ذرا بال تک نہ آئے
کرتی ہوں اس لیے میں شکایت کبھی کبھی

تم لاکھ ہم پہ جور و ستم کو روا رکھو
لیکن ذرا سی یار عنایت کبھی کبھی

ہم بھی تمہارے چاہنے والوں میں ہیں شمار
دیکھا کرو ہماری بھی حالت کبھی کبھی

میں اِس طرف ہوں اور وہ تمثیلہؔ اُس طرف
لگتی ہے دل پہ بار یہ صورت کبھی کبھی

غور سے دیکھ کائنات ذرا
زندگی کو نہیں ثبات ذرا

یہ بھی ممکن ہے پار لگ جاؤں
میری جانب بڑھاؤ ہات ذرا

خودبخود سب نقاب اتریں گے
جب بڑھیں گے تعلقات ذرا

تم رہو گے سدا مرے بن کر
تم سے رکھوں توقعات ذرا

کبھی فرصت ملے تو سن لینا
تجھ سے کرنی ہے ایک بات ذرا

تھوڑی فرصت ملے تو تمثیلہؔ
دیکھ ماضی کے واقعات ذرا

لوٹ جاتا ہے جانے کس جانب
میری بستی سے پار ہوتا ہوا

میرے دامن میں آ گرا دیکھو
اک ستارہ غبار ہوتا ہوا

میں نے دیکھا ہے دل کے پاس سدا
ایک شعلہ شرار ہوتا ہوا

تیری جانب کھنچا ہی رہتا ہے
دل مرا بے قرار ہوتا ہوا

تیر فرقت کا دیکھ تمثیلہؔ
میرے سینے سے پار ہوتا ہوا

۞

ہم نے تجھ کو سبق پڑھایا ہے
پیار کیا ہے تجھے بتایا ہے

خود بھٹک کر تجھے مرے ہمدم
زندگی کا پتا بتایا ہے

میں نے تجھ سے ہے کب شکایت کی
کیوں گلہ تیرے لب پہ آیا ہے

دھوپ میں جو تمھارے سر پر ہے
یہ میری زلف ہی کا سایہ ہے

ہم نے سب کچھ گنوا دیا پھر بھی
وہ پرایا تھا وہ پرایا ہے

لاکھ تمثیلہؔ دل کو سمجھایا
یہ مگر راہ پر نہ آیا ہے

تم اگر اک قدم بڑھاؤ گے
اپنے پہلو میں مجھ کو پاؤ گے

اشک آنکھوں کو سونپنے والے
کس قدر اور تم رلاؤ گے

ایک دن تم بھی میری فرقت میں
دیکھ لینا کہ دل جلاؤ گے

مجھ کو پاؤ گے سرخ رو اکثر
تم مجھے جب بھی آزماؤ گے

میں نہ کہتی تھی باز آ جاؤ
دل! کسی روز ٹوٹ جاؤ گے

دوستی پتھروں سے تمثیلہؔ
اس سے کہنا کہ ٹوٹ جاؤ گے

مجبور کس قدر یہاں ہوتی ہیں لڑکیاں
سینے کے داغ اشک سے دھوتی ہیں لڑکیاں

کر کے نثار اپنی محبت کے سارے پھول
اپنے جگر میں خار چبھوتی ہیں لڑکیاں

جن کے نفس نفس سے ہوس آشکار ہو
ایسی بھی اس جہان میں ہوتی ہیں لڑکیاں

ہنستی ہیں ایک بار کسی اجنبی کے ساتھ
پھر ساری عمر ٹوٹ کے روتی ہیں لڑکیاں

اپنے دل و نگاہ پہ جن کی گرفت ہو
شب بھر وہی تو چین سے سوتی ہیں لڑکیاں

زخم سینے کے میں دکھاؤں کیسے
رازداں اپنا میں بناؤں کیسے

کوئی قائل نہیں محبت کا
دل کی باتیں بھلا سناؤں کیسے

میری قسمت میں ہے اکیلا پن
یاد کرکے میں بھول جاؤں کیسے

سب کو میں آزما چکی کب کی
اب بتاؤ میں آزماؤں کیسے

قصۂ غم اسے سنانا کیا
آزمائے کو آزمانا کیا

شبِ فرقت کے ان اندھیروں میں
ایک جگنو کا ٹمٹمانا کیا

رنج و آلام کے علاوہ دوست
دے بھی سکتا ہے یہ زمانہ کیا

بارشِ سنگ ہو جہاں ہر پل
ایسے موسم میں ٹوٹ جانا کیا

دیکھ کے دل مرا بتاؤ تو
ٹھیک بیٹھا ترا نشانہ کیا

یہ رتجگے یہ شامِ الم یہ اداسیاں
اپنا نصیب ہوں گے ہمیں یہ نہ تھا گماں

شدت تھی اس لیے مرے سینے میں درد کی
وہ میرا دلربا مجھے دیتا تسلیاں

اپنا نہیں ہے کوئی جہانِ خراب میں
کس کو سنائیں اپنے مقدر کی داستاں

آخر اسی نے مجھ سے بچھڑنے کی بات کی
جس کو میں جانتی تھی سفر کے لیے اماں

کاٹی ہے لاکھ حیلے بہانوں سے زندگی
آیا نہ ہم کو راس کسی طور یہ جہاں

تمثیلہؔ لے کے جاؤں کہاں دل کی آرزو
دشمن ہوا ہے میری جوانی کا آسماں

❁

وہ ہے کیسا یہ پا لیا میں نے
اس سے دامن چھڑا لیا میں نے

زخم اپنوں نے جو دیا مجھ کو
اس کو دل میں چھپا لیا میں نے

راس آیا نہ یہ جہاں مجھ کو
گھر فلک پر بسا لیا میں نے

تو نے دامن پہ جو لگایا داغ
اپنے دل پر سجا لیا میں نے

سارے عالم میں ایک تُو تھا میرا
تجھ کو بھی آزما لیا میں نے

زندگی بوجھ ہے تو تمثیلہؔ
بوجھ سر پر اٹھا لیا میں نے

کاش مجھ کو بھی کسی طورمحبت ہو جائے
کوئی تو شخص یہاں میری ضرورت ہو جائے

یہ بھی ممکن ہے شبِ ہجر کی دیوار گرے
مجھ پہ خورشیدِ محبت کی عنایت ہو جائے

ایک افسانہ سمجھتا ہے زمانہ جس کو
عین ممکن ہے فسانہ وہ حقیقت ہو جائے

کس قدر ہوشربا ہیں تیری باتیں ہمدم
جن کو سنتے ہی یہ مسرور طبیعت ہو جائے

اک یہی خوف کہ ہنسنے نہیں دیتا مجھ کو
تیرے غم میں نہ کسی روزخیانت ہو جائے

راحتِ دیدہ و دل تھا وہ جو تمثیلہؔ کبھی
اب اسی نام کو سن کر مجھے وحشت ہو جائے

درد سارے بھلائے رکھتی ہوں
ہنسی لب پر سجائے رکھتی ہوں

شبِ فرقت میں تیری یادوں کے
دیپ سارے بجھائے رکھتی ہوں

دل کے ویراں سے کھنڈر میں سدا
شمع غم کی جلائے رکھتی ہوں

اپنے اشکوں سے دھو کے اپنا بدن
خود کو میں جگمگائے رکھتی ہوں

اس زمانے کی دھوپ میں سر پر
تیری یادوں کے سائے رکھتی ہوں

ان کی چاہت کے گیت تمثیلہؔ
اب میں گنگنائے رکھتی ہوں

دشتِ فرقت میں ہم سفر کوئی
راستے میں نہیں شجر کوئی

ہم نکالیں گے ان اندھیروں سے
دیکھ لینا کبھی سحر کوئی

زندگی کے طویل رستوں پر
ہم قدم ہے نہ چارہ گر کوئی

اُس کی فرقت میں کیسے جیتی ہوں
جس کو میری نہیں خبر کوئی

ایک غم کے سوا اے تمثیلہؔ
اب تو آتا نہیں ادھر کوئی

وہ جو دلربا میرے ساتھ ہو میری زندگی میں بہار ہو
کھلیں پھول راہوں میں جا بجا دلِ مضطرب کو قرار ہو

میرے آس پاس ہو چاندنی مرے رو بہ رو رہے روشنی
شبِ غم کا ٹوٹے فسوں اگر مرے ساتھ میرا جو یار ہو

مجھے بازوؤں میں لپیٹ لے میری کرچیوں کو سمیٹ لے
کوئی غم گسار ہو اس طرح کوئی ایسا چاہت شعار ہو

میرے دل کا غنچہ کِھلا رہے میری دھڑکنوں کو دوام ہو
میری آرزو کے گلستاں پہ ہمیشہ ایسا نکھار ہو

کوئی خوف مجھ میں مکیں نہ ہو جو جدائی میرا یقیں نہ ہو
میرے جیسی کوئی کہیں نہ ہو جو یہ غم نہ سینے پہ بار ہو

تیری حسرت پہ آرزو تیری
مار ڈالے گی جستجو تیری

نوکِ خنجر سے کم نہیں ہمدم
تیرا لہجہ یہ گفتگو تیری

میرے پیشِ نظر رہی اکثر
اس محبت میں آبرو تیری

جگمگاتی ہے چاند سی صورت
میری آنکھوں میں چار سو تیری

تجھ سے مہکا ہے گلشنِ ہستی
غنچہ غنچہ ہے رنگ و بو تیری

منتظر آج بھی ہے تمثیلہؔ
راہِ الفت میں خوب رو تیری

اور کس بات کا تقاضا ہے
تجھ سے اک رات کا تقاضا ہے

میں تجھے ہار کر بھی جیت سکوں
یہ میری مات کا تقاضا ہے

میں تیرے غم میں ٹوٹ کر روؤں
مجھ سے برسات کا تقاضا ہے

توڑ دوں آج میں تجھے شیشے
اب یہی ہات کا تقاضا ہے

راہِ الفت میں اے مرے ہمدم
اک ترے ساتھ کا تقاضا ہے

وہ تو اک بے وفا ہے تمثیلہؔ
اُس سے کس بات کا تقاضا ہے

وقت مجھ کو کہاں پہ لے آیا
مجھ سے باغی ہوا میرا سایہ

کوئی ایسا نقیب آئے جو
چھین لے میرا سارا سرمایہ

تیری یادوں نے پھر سے کروٹ لی
پھر مرا دل ہے آج گھبرایا

غم تو یہ ہے بھری بہاروں میں
آرزوؤں کا پھول مرجھایا

تجھ کو کھو کر نہ مسکرائی کبھی
میں نے آنچل کبھی نہ لہرایا

رنج و غم کے بغیر تمثیلہؔ
میرے حصے میں کچھ نہیں آیا

محبت کیسے ہوتی ہے

محبت دل سے ہوتی ہے
تو پھر شدت سے ہوتی ہے
عمل ہوتا ہے پھر اس پر
یہ بیگانہ بناتی ہے
پھر اک رشتے سے ناتے سے
یہ افسانہ بناتی ہے
ذرا سی بات کو ہمدم
یہ دیوانہ بناتی ہے
خرد کو بھول جاتی ہے
کبھی یہ اشک کی صورت
جگر کا خوں بہاتی ہے
کبھی یہ زخم کی صورت
بدن میں پھیل جاتی ہے

کبھی شعلے کی صورت یہ

شراروں میں جلاتی ہے

محبت ایسے ہوتی ہے

یہی ہمدم محبت ہے

فسانے ہیں سبھی باقی

یہی زندہ حقیقت ہے

تین اشعار

کسی کے پیار کی کوئی نشانی ہم نہیں رکھتے

کسی کو یاد بھی اکثر زبانی ہم نہیں رکھتے

دلِ سادہ کو کوئی بھی مگر اچھا نہیں لگتا

محبت میں کسی پر حکمرانی ہم نہیں رکھتے

ہمارے پیار کی کوئی اگر لکھنا بھی چاہے گا

تو کہہ دیں گے محبت تھی کہانی ہم نہیں رکھتے--

زخم دل کو نہ گر ہوا دیتے
غم ہمیں اس طرح جلا دیتے

ہم دکھاتے یہ دل کے داغ کسے
کون تھا ہم جسے صدا دیتے

کتنا اچھا ہم دلِ وحشی
آنکھ کے راستے بہا دیتے

مار دیتی ہمیں شبِ فرقت
داغ سینے کے گر بجھا دیتے

عمر بھر کی مری وفاؤں کا
آپ کچھ تو مجھے صلہ دیتے

جیسے بھولا ہمیں وہ تمثیلہؔ
کاش ہم بھی اسے بھُلا دیتے

ماں

ساری دنیا چھان چکو تم
بستی بستی گھوم پھرو تم
اس سی محبت
اس سی چاہت
کہیں نہیں ہے ایسی شفقت
دھوپ کی شدت میں بنتی ہے
پیڑ کی ٹھنڈی چھاؤں جیسی
شہد سے میٹھی
لوری اس کی
جھیل سی گہری ہے آغوش
اس کی بانہوں کے سب ہالے

ندیا جیسی ٹھنڈک والے

اس سی محبت اس سی چاہت

ملتی نہیں ہے ایسی شفقت

ممتا کی ہے بات نرالی

ساری دنیا چھان چکو تم

بستی بستی گھوم پھر و تم

❁

اُس کے ساتھ بھی ایسا ہوگا
اکثر آہیں بھرتا ہوگا

جیسے میں ڈرتی ہوں تنہا
وہ بھی تنہا ڈرتا ہوگا

بکھری بکھری زلفیں ہوں گی
اُترا اُترا چہرہ ہوگا

آدھی رات کو چپکے چپکے
میرے غم میں روتا ہوگا

شب بھر اس کی باہوں میں تھی
خواب میں اس نے دیکھا ہو گا

تمثیلؔہ وہ میری صورت
اِس دنیا میں تنہا ہو گا

چین ملتا نہیں ذرا دل کو
یہ لگی کس کی بددعا دل کو

دھڑکنوں کو سنبھالنے کے لیے
دیتی رہتی ہوں حوصلہ دل کو

اس قدر کب بجھا بجھا ہوتا
کوئی ملتا جو آشنا دل کو

تیرے غم میں کمی نہ آجائے
یہ ہی دھڑکا رہا سدا دل کو

کتنی مدت سے بے قراری ہے
آ کبھی دیکھ تو ذرا دل کو

میں یہی سوچتی ہوں تمثیلہؔ
لوگ کہتے ہیں کیوں بُرا دل کو

چاک دامانِ تمنا کبھی سینے نہ دیا
تیرے ہی غم نے مجھے چین سے جینے نہ دیا

بوجھ ہلکا مجھے سینے کا توکرنے نہ دیا
اپنی بربادی پہ اُس شخص نے رونے نہ دیا

دشمنِ جاں سے مجھے کوئی نہیں ہے شکوہ
مجھ کو احباب نے ہی چین سے مرنے نہ دیا

آبرو جس کی زمانے میں مرے دم سے ہوئی
معتبر اُس نے جہاں میں مجھے ہونے نہ دیا

میں سمجھتی تھی جسے اپنا مسیحا اکثر
زخم سینے کا اُسی شخص نے بھرنے نہ دیا

آبرو عشق کی محفوظ رکھی تمثیلہؔ
غم کا دریا کسی موسم میں اُترنے نہ دیا

اپنی بربادی کا مجھ کو غم نہیں
آنکھ میری اس لیے پُرنم نہیں

ہم لڑیں گے فیصلہ کُن معرکہ
دیکھنا اب تم نہیں یا ہم نہیں

سر اٹھائے گی مرے دل میں کہیں
اب کسی حسرت میں اتنا دم نہیں

تیرا غم میری جوانی کھا گیا
جسم کے پہلے سے زیرو بم نہیں

چھا گئی ہے ہر طرف اک بے حسی
اب کسی بھی بات پہ ماتم نہیں

ٹوٹ کے روتی ہوں تمثیلہؔ بہت
آنکھ میری اب ذرا بھی نم نہیں

التجا

اک عمر سے بیٹھی ہوں

میں تیری تمنا میں

آنکھوں میں لیے سپنے

میں تیری تمنا میں

اس راہِ محبت پہ

اک عمر سے بیٹھی ہوں

اک عمر ہوئی تجھ کو

دیکھا نہ سنا جاناں

اک عمر سے سینے میں

بے چین میرا دل ہے

اک عمر سے جلتا ہے

دامانِ طلب میرا

بس اتنی گزارش ہے

اک بار چلے آؤ

دیکھوں میں تجھے جاناں

آنکھوں کو ملے ٹھنڈک

اس دل کو قرار آئے

سب زخم بھریں جاناں

سینے میں بہار آئے

اک بار چلے آؤ

اک بار چلے آؤ

دوشعر

اشک آنکھوں میں تمہارے نہیں دیکھے جاتے

ٹمٹماتے یہ ستارے نہیں دیکھے جاتے

ڈوبتی کشتی کو بچایا بھی نہیں جا سکتا

اور آنکھوں سے نظارے نہیں دیکھے جاتے

آنکھوں میں کوئی اشک بھی آنے نہیں دیا
اپنی انا کو میں نے بکھرنے نہیں دیا

جن راستوں پہ دونوں چلے تھے ، تری قسم
خود سے انہیں جدا کبھی ہونے نہیں دیا

تُونے لکھے ہیں میرے مقدر میں ایسے غم
کوئی بھی زخم وقت نے بھرنے نہیں دیا

جاناں تمھارے رنج و الم کے غبار نے
پیراہنِ حیات کو دھونے نہیں دیا

مجھ کو تمھارے بعد بہاروں نے بھی اے دوست
جُوڑے میں کوئی پھول پرونے نہیں دیا

اک پل کو بھول جاؤں تمثیلہؔ میں اُسے
ایسا کوئی بھی حادثہ ہونے نہیں دیا

ایسا تو کبھی آنکھ میں منظر نہیں آیا
اک بار مری سمت مقدر نہیں آیا

حیران ہوں اس بات پہ میں تجھ سے بچھڑ کر
رستے میں تو اک آدھ بھی پتھر نہیں آیا

گو سارے زمانے سے ہوئی دوستی اس کی
وہ پھر بھی مرے قد کے برابر نہیں آیا

اڑتی ہے تیری یاد کی ہر سمت جہاں دھُول
دل آج بھی اُس دشت سے باہر نہیں آیا

جس چاند سے رہتے تھے درو بام منور
اک عمر ہوئی لوٹ کے وہ گھر نہیں آیا

تمثیلہؔ میرا درد بھی کیا درد ہے جس کو
آرام کسی طور میسر نہیں آیا

✿

دل میں حسرت تری مچلتی رہی
میری آنکھوں میں رات ڈھلتی رہی

تیری فرقت میں عمر بھر اے دوست
شمع کی مثل میں تو جلتی رہی

میری آنکھوں سے اشک گرتے رہے
دل کی حسرت یونہی نکلتی رہی

شدتِ درد میں کمی نہ ہوئی
اس کی صورت فقط بدلتی رہی

وقت کو کون روک پایا ہے
عمر ڈھلنی تھی عمر ڈھلتی رہی

پُر خطر راستوں پہ تمثیلہؔ
زندگی کے میں ساتھ چلتی رہی

تنہا تنہا رہنا ہے
غم کی آگ میں جلنا ہے

تیری خاطر گم سم گم
چپکے چپکے چلنا ہے

ہم نے سوچا ہے یہ اب
اپنا آپ بدلنا ہے

بن کر سایہ یادوں کا
اندر اندر ڈھلنا ہے

تیرے خوابوں کا منظر
آنکھوں میں ہی رکھنا ہے

سوچوں میں گم تمثیلہؔ
ہر موسم میں رہنا ہے

تجھ کو کھو کر بھی جی رہی ہوں میں
زہر جیون کا پی رہی ہوں میں

اشکِ غم سے پھر ایک داغِ جگر
شبِ فرقت میں سی رہی ہوں میں

زندگی کا بھرم نہ کھو جائے
اک اسی ڈر میں جی رہی ہوں میں

مجھ سے شکوہ نہ کر زمانے کا
تیرے ہمراہ بھی رہی ہوں میں

تیری خواہش تری خوشی کے لیے
اک تماشہ بنی رہی ہوں میں

اُس سے ملتی نہیں میں تمثیلہؔ
جس کی خاطر ہی جی رہی ہوں میں

میرے حق میں دعا نہیں کرتا
میرا اتنا بھلا نہیں کرتا

دلِ ناداں ترے در کے بغیر
کسی در پر صدا نہیں کرتا

جو لہو سے چراغ روشن ہو
وہ ہوا سے بجھا نہیں کرتا

وہ پشیماں جو نہیں تو پھر
کیوں مرا سامنا نہیں کرتا

ہر کسی کو خدا زمانے میں
درد سے آشنا نہیں کرتا

اچھا ہوتا ہے جو بھی تمثیلہؔ
وہ کسی کا بُرا نہیں کرتا

❁

کوئی دھڑکن ابھی جلی ہوئی ہے
دل کے آنگن میں روشنی ہوئی ہے

جس کو سب سے عزیز تر جانا
بوجھ ہم پر وہ زندگی ہوئی ہے

تیری چاہت میں ہم وہاں ہیں جہاں
سارے عالم سے دشمنی ہوئی ہے

آج دیکھا ہے غور سے خود کو
خود سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے

تجھ کو کھو کر ہر اک خوشی میری
رنج و آلام میں ڈھلی ہوئی ہے

شبِ فرقت میں آج تمثیلہؔ
ایک جگنو سے دوستی ہوئی ہے

دل کا عذاب

میرے دل کے عذاب دیکھ ذرا
دل کا خانہ خراب دیکھ ذرا
تُو نے اس بات کو کبھی سوچا
بے سبب کوئی غم نہیں ہوتا
لاکھ چاہو ہنسی نہیں آتی
گرنے لگتے ہیں بات بات پہ اشک
چاہتیں ہیں عذاب جیون کا
لمحہ لمحہ غموں کی بارش ہے
دُکھ میں ڈوبی ہر ایک خواہش ہے
میرے دل کے عذاب دیکھ ذرا
تجھ کو کھو کر میں اک زمانے سے
لمحہ لمحہ اداس رہتی ہوں

زندگی مجھ سے اجنبی ٹھہری
موت کے آس پاس رہتی ہوں
تجھ کو معلوم ہی نہیں ہمدم
جس اذیت سے میں گزرتی ہوں
اپنے اندر میں ٹوٹ کر ہر پل
آئینوں کی طرح بکھرتی ہوں

دل میں ہر درد کو جگہ دی ہے
اس محبت نے کیا سزا دی ہے

جب بھی بجھنے لگے غموں کے چراغ
اپنے دامن سے پھر ہوا دی ہے

تجھ کو ڈھونڈا گلی گلی میں نے
بستی بستی تجھے صدا دی ہے

تجھ کو احساس تک نہیں آیا
دل کی نازک کلی جلا دی ہے

آنکھ کے راستوں سے سجدوں میں
تیری ہر آرزو بہا دی ہے

سخت جاں کس قدر ہے تمثیلہؔ
زخم کھا کر بھی مسکرا دی ہے

شبِ بے نور میں دیا صاحب
ایک جھونکے سے جل بجھا صاحب

میں نے اس کو سنبھال رکھا ہے
تُو نے جو درد بھی دیا صاحب

رنج و آلام کے بغیر بتا
تُو نے کیا مجھ کو ہے دیا صاحب

آج بھی دیکھ کہ سلامت ہے
مجھ میں جینے کا حوصلہ صاحب

کس قدر بے وفا سے لگتے ہو
اِس کا شاہد ہے آئینہ صاحب

جانِ تمثیلہؔ ایک تُو ہی نہیں
ساری دنیا ہے بے وفا صاحب

دل کے آنگن میں

آ کبھی دیکھ دل کے آنگن میں

ہر طرف

ایک دھُول اُڑتی ہے

آرزوئیں

تمام ننگے سر

تیری فرقت میں بین کرتی ہیں

حسرتوں کے

بدن نحیف ہوئے

دل کے ارماں

سبھی ضعیف ہوئے

آ کبھی دیکھ دل کے آنگن میں

کس قدر

بے بسی سی چھائی ہے

حشر برپا ہے

اک دہائی ہے

زندگی

زخم میں ڈھلی ہوئی ہے

میری ہستی

جلی بجھی ہوئی ہے

آ کبھی دیکھ دل کے آنگن میں

دو شعر

اپنی آنکھوں میں محبت کی خوشبو لے کر

دل کے خانے میں کئی لوگ اتر جاتے ہیں

بارہا ہم نے محبت میں بہت دیکھا ہے

ہجر میں عشاق بھی مر جاتے ہیں

❁

جو بھی غم ہے وہ غم بلا کا ہے
حوصلہ پھر بھی انتہا کا ہے

میں جو روشن ضمیر ہوں مادر !
یہ اثر آپ کی دعا کا ہے

دلِ وحشی کو کون سمجھائے
یہ تو ضدی میاں بلا کا ہے

میرے دامن میں داغ ہیں جتنے
یہ اثاثہ مری وفا کا ہے

زخم دیتا ہے مسکرا کر وہ
خوب انداز بے وفا کا ہے

میں امانت ہوں اُس کی تمثیلہؔ
ہر نفس میرا دلربا کا ہے

دیا تربتوں پہ جلانا نہ آیا
ہمیں دکھ پہ آنسو بہانا نہ آیا

ہمیں حد سے زیادہ محبت تھی جن سے
کبھی روٹھنے پہ منانا نہ آیا

دعائیں ہمیشہ رہیں لب پہ میرے
مگر بیچ کوئی زمانہ نہ آیا

محبت اُسی سے ہمیشہ ہی کی ہے
ہمیں اسکو پاگل بنانا نہ آیا

بچھڑ کر بھی جیتے رہے ہیں مگر
کوئی راستہ درمیانہ نہ آیا

مجھے رشتہ داروں سے دکھ ہی ملے ہیں
مجھے اپنے دکھ کو مٹانا نہ آیا

سنوارا نہیں ہے کبھی خود کو میں نے
سو آنکھوں میں کاجل لگانا نہ آیا

ہمیں تو سبھی مسکرا کے ملے ہیں
ہمیں غم تھا سو مسکرانا نہ آیا

دوشعر

کھویا تھا جسے ہم نے مقدر سے ملا تھا
اک شخص ہمیں غم کے سمندر سے ملا تھا
سمجھی تھی اسے مجھ سے محبت ہی بہت ہے
لہجہ تو میرے یار کو پتھر سے ملا تھا۔

کس نے لکھا ہے جا کے قبروں پر
نام لکھا ہے اب بھی کتبوں پر

اشک اپنے بچا کے رکھ لینا
اچھے لگتے ہیں تیری پلکوں پر

مار دیتے ہیں لوگ بیٹی کو
فخر کرتے ہیں اپنے بیٹوں پر

نقش آنکھوں پہ اب مسلط ہیں
کیا تسلی ہو اپنے خوابوں پر

جھیل جیسی ہیں اس کی آنکھیں بھی
چاند اترے گا اِن ہی جھیلوں پر

لوگ سارے اداس لگتے ہیں
بے یقینی ہے سب کے چہروں پر

سوکھ جائیں گی یاد کی کلیاں
دھوپ اتری ہے سبزہ زاروں پر
موت جھٹکا ہے سہہ نہیں سکتے
کس کو ہے اختیار سانسوں پر
تم نے تمثیلہؔ خوب لکھی ہے
پر ادھوری ہے نظم آنکھوں پر

دوشعر

دل کی بستی میں تو خستہ سے مکاں ہیں
ہم ترے گاؤں میں اس وقت کہاں ہوتے ہیں
ہم تمہیں دل سے بہت یاد کیا کرتے ہیں
ہم تیرے شہر کی گلیوں میں جہاں ہوتے ہیں

در کھلے تھے آنکھ کی دہلیز تک تم آ گئے
تم مرے خوابوں کی دنیا میں مکمل چھا گئے

ضبط کی گرہیں کھلیں ہاتھوں سے میرے اس طرح
ریزہ ریزہ خواہشوں کے عکس بھی دھندلا گئے

بارشیں کچھ اس طرح سے تیز اب ہونے لگیں
یعنی سب کچے مکاں پانی کی زد میں آ گئے

ملک کی دولت ہے لوٹی حکمرانوں نے یہاں
ملک کے دشمن عناصر ملک سارا کھا گئے

پھول ہاتھوں سے اگائے تھے کبھی جو صحن میں
آبیاری نہ ہوئی سب پھول ہی کملا گئے

لوگ چاہت سے ملا کرتے تھے میرے دوست کو
لوگ سارے نام اپنی زندگی میں پا گئے

ہم نے تمثیلہ جسے بھی ٹوٹ کر چاہا کبھی
وہ ہماری چاہتوں کو کس طرح ٹھکرا گئے

لکھ کر تم کو رام کہانی بھیجوں گی
اک اس میں تصویر پرانی بھیجوں گی
لکھوں گی پھر نام تمہارا کاغذ پر
میں تم کو یہ اشک فشانی بھیجوں گی
ماضی کا کچھ حال بھی جس میں شامل ہو
اپنی ہر اک شام سہانی بھیجوں گی
تم تو شاید ریل کی پٹڑی بھول چکے
کاغذ پر اک یاد دہانی بھیجوں گی
یادیں ہوں گی میری ڈاک لفافے میں
میں تم کو اس بار نشانی بھیجوں گی
میں روتی ہوں ہر پل تیری یادوں میں
پھول کتابیں آنکھ کا پانی بھیجوں گی
میں تمثیلؔہ سندر سی اک لڑکی تھی
سب کو میں تصویر پرانی بھیجوں گی

جب اہلِ شوق کے دل میں محبت رقص کرتی ہے
پرندے چہچہاتے ہیں عبادت رقص کرتی ہے

کوئی جب چھوڑ جانے کی ہمیشہ بات کرتا ہے
تو پھر میری محبت میں اذیت رقص کرتی ہے

کبھی یہ دل کسی سے پیار کرنے کو اگر سوچے
یہی سچ ہے مرے اندر شرارت رقص کرتی ہے

قبیلے سے اگر میری نہیں بنتی اسے کہنا
مرے جذبوں میں لگتا ہے بغاوت رقص کرتی ہے

مرے پاؤں میں اب کچھ آبلے پڑنے ہی والے ہیں
میرے حصے میں جو بھی ہے مسافت رقص کرتی ہے

میں تجھ کو چھوڑ سکتی ہوں مگر یہ کر نہیں سکتی
میرے جذبِ جنوں میں بھی شرافت رقص کرتی ہے

تمہیں انسانیت کا درس دینا ہی پڑے گا اب
تمہارے پاس لگتا ہے کہ دولت رقص کرتی ہے

میں تمثیلہؔ اسے اک دن بھلا کر درد سہہ لوں گی
مرے دل میں کئی دن سے عداوت رقص کرتی ہے

وفا کے دام باقی رہ گئے ہیں
مگر کچھ کام باقی رہ گئے ہیں
محبت فاصلوں میں بٹ چکی ہے
لبوں پہ جام باقی رہ گئے ہیں
جنہیں میں بھول سکتی ہی نہیں تھی
کئی اک نام باقی رہ گئے ہیں
کئی چہرے نگاہوں میں بسے تھے
وہی ہر گام باقی رہ گئے ہیں
اسے واپس پلٹ آنا ہے گھر اب
فقط ایام باقی رہ گئے ہیں
ترے رستے میں تمثیلہؔ ہیں پتھر
کئی دشنام باقی رہ گئے ہیں

عاشقی کا واسطہ ہے چپ رہو
دل لگی کا واسطہ ہے چپ رہو

خواب مرتے جا رہے ہیں آنکھ میں
زندگی کا واسطہ ہے چپ رہو

جس گلی سے وہ گزرتا تھا کبھی
اس گلی کا واسطہ ہے چپ رہو

چھوڑنے کی بات کیوں کرتے ہو تم
دوستی کا واسطہ ہے چپ رہو

رتجگے ہیں آنکھ کی دہلیز پر
دو گھڑی کا واسطہ ہے چپ رہو

یہ محبت تو نہیں پہلی تری
دوسری کا واسطہ ہے چپ رہو

خواہشوں کو دفن کرنے دو ہمیں
بے گھڑی کا واسطہ ہے چپ رہو

تم نہ تمثیلہؔ رہو اب اشکبار
خود سری کا واسطہ ہے چپ رہو

محبت کا غضب پوچھا گیا تھا
مگر ہم سے یہ کب پوچھا گیا تھا

بلا کے ہیں سلیقے زندگی کے
یہی مجھ سے ادب پوچھا گیا تھا

ستارے آنکھ سے نکلے تھے یکدم
جدائی کا سبب پوچھا گیا تھا

کبھی پوچھا نہیں ہم سے کسی نے
کوئی کیسا؟ جو اب پوچھا گیا تھا

محبت نارسائی تو نہیں ہے
میں روئی تھی تو تب پوچھا گیا تھا

فرشتے لحد میں تمثیلہ آئے
بتا کتنے ہیں رب؟ پوچھا گیا تھا

میری آنکھوں کے صحرا میں سمندر رقص کرتا ہے
کسی کے ہاتھ میں جیسے مقدر رقص کرتا ہے
سہانی شام میں تم نے ہمارا ہاتھ پکڑا تھا
ابھی تک شام کا دیکھو وہ منظر رقص کرتا ہے
تمہارے وصل کی یادیں ابھی تک میں نہیں بھولی
تمہاری یاد میں ماہِ دسمبر رقص کرتا ہے
ابھی پچھلی رتوں کے سحر سے باہر نہیں نکلے
ابھی پچھلے دسمبر کا کلنڈر رقص کرتا ہے
مزاروں پر فقیروں کی قطاریں دیکھتی ہوں میں
میری سوچوں کے اندر بھی قلندر رقص کرتا ہے
تمہارے پیار کے زخموں کی سوغاتیں سلامت ہیں
تمہاری یاد کا دل میں بھی نشتر رقص کرتا ہے
میرے باہر کا ہر موسم تمہیں اچھا لگے شاید
گماں کوئی بھی تمثیلہؔ کے اندر رقص کرتا ہے

تجھ کو چھوتے ہوئے جو باد صبا آئی ہے
ایسی خوشبو کی جہاں بھر میں پذیرائی ہے
تیرا مسکن ہے گلابوں کی سہانی بستی
میرے رہنے کو فقط گوشۂ تنہائی ہے
ہے پزیرائی ترے نقشِ قدم کی ہر سو
میرا ہونا ہی مجھے باعثِ رسوائی ہے
یاخدا خیر خدا خیر خدا خیر کرے
تجھ کو سوچا تو طبیعت میری گبھرائی ہے
آئینہ دیکھا تو چہرے کے تغیّر کے سبب
دل کے ہمراہ میری آنکھ بھی بھر آئی ہے
زندگی جبر کی تمثیل ہوئی تمثیلہؔ
کوئی ڈھولک ہے نہ سکھیاں ہیں نہ شہنائی ہے

❁

خدا کے ہاتھ میں رکھے گئے ہیں
ہم اپنی ذات میں رکھے گئے ہیں
ہمیں معلوم ہی کب ہے کہ ہم تو
بڑے صدمات میں رکھے گئے ہیں
ہمارے وصل کے سارے وہ لمحے
تمہاری بات میں رکھے گئے ہیں
وفا و عشق کے سب فیصلے بھی
برابر ساتھ میں رکھے گئے ہیں
خدا رکھے انہیں بالکل سلامت
جو گھر برسات میں رکھے گئے ہیں
ہم ایسے لوگ ہیں جو اک صدی سے
مکمل مات میں رکھے گئے ہیں
ہماری بات کو سمجھو کہ ہم تو
کھلے جذبات میں رکھے گئے ہیں

خود سے یار مسلسل تنگ ہوں
اے سرکار مسلسل تنگ ہوں

اب اس گھر میں دم گھٹتا ہے
اک دیوار مسلسل تنگ ہوں

اک مدت سے گھر کے اندر
میں بیمار مسلسل تنگ ہوں

اس لاچار کو تم کیا جانو
دریا پار مسلسل تنگ ہوں

آ جاؤ تم جیت چکے ہو
میری ہار مسلسل تنگ ہوں

اس گھر میں اب کون ہے مرا
میں لاچار مسلسل تنگ ہوں

سانس کی ڈوری ٹوٹ نہ جائے
دن دو چار مسلسل تنگ ہوں

ساری دنیا بھاڑ میں جائے
تیرا پیار مسلسل تنگ ہوں

میں تمثیلہؔ غم کی ماری
میں اس بار مسلسل تنگ ہوں

تنہائی سے بات کریں گے
غم کی پھر برسات کریں گے

اپنے دل کی ساری باتیں
ساجن تیرے ساتھ کریں گے

یاد کریں گے پچھلے موسم
اشکوں کو سوغات کریں گے

کس نے پیار میں دھوکے بخشے
شامل تیری ذات کریں گے

شاید وصل ہمارا ہوگا
شکوے ساری رات کریں گے

پھر سے خوشیاں لوٹ آئیں گی
خوشیوں کی بارات کریں گے

تیرے ہاتھ کا بوسہ لوں گی
شامل سب جذبات کریں گے

میرے ابا کی خواہش تھی
پیلے میرے ہاتھ کریں گے

تمثیلہؔ کا عشق ہے سچا
ہر دشمن کو مات کریں گے

عجب اپنی ہے ذات لوگو
ہے کاٹنی یہ حیات لوگو

ہمیں محبت ہے ان سے کتنی
کہ لب پہ آئے نہ بات لوگو

میں جس میں مدت سے جی رہی ہوں
ہے غم کی کالی یہ رات لوگو

تباہی میری ہوئی ہے کیسے
اس میں کس کا ہے ہاتھ لوگو

ملا تھا چھت پہ وہ شخص مجھ سے
کہ چودھویں کی تھی رات لوگو

یہ پیار ہے ایک کھیل ایسا
ہے جیت جس میں نہ مات لوگو

نہیں ہے خطرے کی بات کوئی
لگاؤ نفرت کی گھات لوگو

اگر ہو ممکن انا کے سارے
گرا دو تم سومنات لوگو

کبھی نہ سوچا تھا تم کدورت کے زخم دو گے
کہ مار ڈالو گے تم اذیت کے زخم دو گے

تمہاری چاہت ہماری نظروں کے سامنے ہے
ہماری چاہت کو تم قیامت کے زخم دو گے

بھلا نہ پائیں گے ہم تمہاری یہ چاہتیں بھی
کبھی نہ سوچا تھا تم عداوت کے زخم دو گے

زمانے بھر کی اذیتوں کو نہ سہہ سکیں گے
ہمارے دامن پہ تم ندامت کے زخم دو گے

تمہیں حقیقت بیاں کریں بھی تو کیسے ہمدم
ہمیں بھلاؤ گے تم حقیقت کے زخم دو گے

کبھی نہ سوچا تھا تم بھی سورج بنو گے اک دن
کہ برف جسموں کو تم تمازت کے زخم دو گے

ہمارے حصے میں ہجر لمحے بھی کم نہیں ہیں
کبھی محبت میں تم بھی فرقت کے زخم دو گے

میں لاکھ چاہوں تمہیں بھلا کے نہ جی سکوں گی
کبھی نہ سوچا تھا تم مصیبت کے زخم دو گے

آنکھ میں شدت جاگ رہی ہے
دیکھ محبت جاگ رہی ہے
رات کا تارا ڈوب چکا ہے
پھر بھی وحشت جاگ رہی ہے
تم سمجھے تھے مر جاؤں گی
میری شہرت جاگ رہی ہے
میرے گھر کے اک کونے میں
ایک اذیت جاگ رہی ہے
اک مدت سے میرے گھر میں
بھوک کی قلت جاگ رہی ہے
تمثیلہؔ کے دل کے اندر
درد کی دولت جاگ رہی ہے

آنکھ میں پھیلا سمندر دیکھ لو
دور سے لیکن یہ منظر دیکھ لو

دیکھ لو یہ دشتِ حیرت کا سفر
دیکھ لو ٹھنڈا دسمبر دیکھ لو

لوٹ کے شاید نہ پھر تم آ سکو
آؤ اب اجڑا ہوا گھر دیکھ لو

نوکِ سِناں پہ کون ہے کس کو خبر
غور سے مقتول کا سر دیکھ لو

کیا تیرے ہاتھوں پہ اس کا نام ہے !
اس طرح حالِ مقدر دیکھ لو

لٹ چکی ہیں عظمتیں کس کی وہاں
تم کسی عورت کی چادر دیکھ لو

میل رکھتے ہو دلوں میں تم اگر
تم جو اچھے ہو تو اندر دیکھ لو

اسے اتنا ہی سمجھاؤ محبت مر نہیں سکتی
اسے واپس بلا لاؤ محبت مر نہیں سکتی

یہی اپنا عقیدہ ہے یہی ہے تجربہ اپنا
کسی کو بھول بھی جاؤ محبت مر نہیں سکتی

ہماری ذات سے نفرت تمہاری گو یہ عادت ہے
ہمیں جتنا بھی تڑپاؤ محبت مر نہیں سکتی

ہمیں اہلِ زمانہ سے فقط اتنا ہی کہنا ہے
چلو جتنے ستم ڈھاؤ محبت مر نہیں سکتی

ہمیں یوں چھوڑ کر اب بھی اگر پچھتا رہے ہو تم
ارے پاگل پلٹ آؤ محبت مر نہیں سکتی

بڑے اونچے گھرانے سے تعلق ہے تو پھر سن لو
بس اپنے دل کو بہلاؤ محبت مر نہیں سکتی

جو دل پر زخم ہیں ان سے ہرا کچھ اور ہونے دو
نمک تم لاکھ چھڑکاؤ محبت مر نہیں سکتی

اسے کہنا کہ تمثیلہؔ تمہیں کب بھول سکتی ہے
مجھے نہ اور تڑپاؤ محبت مر نہیں سکتی

گھر میں ہے ہر آن تماشا
کیوں کرتے ہو جان تماشا

دو پل کے اس جیون میں بھی
ہر سو ہے طوفان تماشا

بے ترتیب ہیں گھر کی چیزیں
بکھرا ہر سامان تماشا

پتھر کو سب پوج رہے ہیں
کیا ہے یہ بھگوان تماشا

خون سے غزلیں سینچ رہی ہوں
غزلوں کا دیوان تماشا

شعروں پر تنقید نہ کرنا
چھوڑو میری جان تماشا

چڑیوں کی چہکار ہے گھر میں
گھر کا روشن دان تماشا

لوٹ آؤ تمثیلہ گھر میں
گھر بھی ہے سنسان تماشا

دریا کو میری سمت بہا کر ہی چلا ہے
وہ شخص مجھے دل سے بھلا کر ہی چلا ہے

میں جس کے لئے اتنی پریشان رہی ہوں
غیروں سے مگر رسم بڑھا کر ہی چلا ہے

میں رات کی وحشت سے بہت خوفزدہ ہوں
وہ گھر کے چراغوں کو بجھا کر ہی چلا ہے

وہ جسکو ہتھیلی پہ محبت سے لکھا تھا
وہ نام میرا اب تو مٹا کر ہی چلا ہے

کہتا تھا مجھے تم سے محبت ہے میری جاں
جاتے ہوئے دنیا کو ہنسا کر ہی چلا ہے

خستہ تو میرے دل کی عمارت بھی بہت تھی
گرتی ہوئی دیوار اٹھا کر ہی چلا ہے

اک عمر ہوئی ماں کی محبت نہیں بھولی
بابا بھی میرے درد جگا کر ہی چلا ہے

خود کو چاہا جا سکتا ہے
اس کو سوچا جا سکتا ہے

چاند افق پر زندہ ہو تو
دور سے دیکھا جا سکتا ہے

عشق، محبت، تنہائی میں
رات کو جاگا جا سکتا ہے

مجبوری کا عالم ہو تو
سب کچھ بیچا جا سکتا ہے

اس کے گھر کی سمت ہمارے
گھر کا رستہ جا سکتا ہے

مشکل وقت پڑا ہے مجھ پر
اس کو پرکھا جا سکتا ہے

پیار بھرا سندیسہ بھی تو
اس کو لکھا جا سکتا ہے

تمثیلہؔ ہر شعر کو لیکن
خون سے سینچا جا سکتا ہے

تمہاری بات ٹالی جا چکی ہے
نئی صورت نکالی جا چکی ہے
تو اپنے پاؤں پہ خود ہی کھڑی ہے
تری بنیاد ڈالی جا چکی ہے
کوئی پودا لگایا جا چکا ہے
کوئی خوشبو سنبھالی جا چکی ہے
سنا ہے اب تمہاری شاعری بھی
کئی ہاتھوں چرا لی جا چکی ہے
ہماری آنکھ کا دھوکا نہیں ہے
یہ صورت دیکھی بھالی جا چکی ہے
تمہارا حسن بھی کملا چکا ہے
ترے ہونٹوں کی لالی جا چکی ہے
کوئی رہتا تھا تمثیلہؔ یہاں بھی
عمارت اب تو ڈھا دی جا چکی ہے

سرِ مقتل ہوا رونے لگی ہے
میرے لب کی دعا رونے لگی ہے
پرندے خوف کیوں کھانے لگے ہیں
سرِ صحرا فضا رونے لگی ہے
یہ کس کی لاش پر ماتم کناں ہیں ؟
کہیں ہر سو قضا رونے لگی ہے
ابھی زینب کا قاتل جی رہا ہے
تبھی اس کی ردا رونے لگی ہے
یہ کس کے در پہ میں لائی گئی ہوں
میری ہر اک سزا رونے لگی ہے
میں تمثیلہؔ کبھی روتی نہیں ہوں
میرے اندر وفا رونے لگی ہے

لکھنا ہے مجھے ایک سیہ رات کا نوحہ
ہے لب پہ میرے تلخیِ حالات کا نوحہ
ممکن ہو اگر اس کو کبھی غور سے پڑھنا
کردار میں شامل ہے میری ذات کا نوحہ
دراصل تمھیں اس کی خبر کچھ بھی نہیں ہے
دراصل یہ مشکل ہے میری بات کا نوحہ
کچھ لوگ ابھی غم سے بہت نوحہ کناں ہیں
کیوں رقص میں رہتا ہے سوالات کا نوحہ
بستی کے سبھی لوگ پریشان بہت ہیں
ہے کچے مکانات پہ برسات کا نوحہ
اب کون بھلا مجھ سے ملاقات کرے گا
میں کس سے کہوں قلب کے حالات کا نوحہ
تم خوش ہو اگر اب بھی غریبوں کو رلا کر
معلوم نہیں تم کو مکافات کا نوحہ

سرد رتوں کے ساون میں
دیپ جلایا آنگن میں
اک پاگل کو چاہا تھا
ہم نے اپنے جیون میں
خوشبو خوشبو رقص میں ہے
تتلی پنچھی گلشن میں
کس کو اپنی جان کہوں
کون ہے میری دھڑکن میں
اس نے پیار سے بھیجا تھا
یاد بسی ہے کنگن میں
تمثیلؔہ کچھ یاد کرو
کون تھا تیرے جیون میں

محبت میں کتنے ستم مل چکے ہیں
مجھے تیرے رنج و الم مل چکے ہیں
جنہیں ہم نے پوجا جنہیں ہم نے چاہا
ہمیں سب سے پیارے صنم مل چکے ہیں
محبت کی منزل کٹھن تو نہیں ہے
میرے ہمسفر سے قدم مل چکے ہیں
کسی فکر فردا کی کیا ہے ضرورت
جسے زندگی میں ہی ہم مل چکے ہیں
ہمیں خوں کے آنسو رلاؤ گے کب تک
ہمیں کیا الم پہلے کم مل چکے ہیں
میری ماں کی یادیں رلاتی رہیں گی
مجھے زندگی میں یہ غم مل چکے ہیں
ہم اپنے دکھوں کو بیاں کر سکیں گے
کہ تمثیلہؔ ہم کو قلم مل چکے ہیں

میرے دل کے اندر غم
یعنی سات سمندر غم
تیری آنکھیں اوجھل اوجھل
میری آنکھ کے منظر غم
تیری یاد کا ٹھنڈا موسم
ہر اک سمت دسمبر غم
پچھلے سال بھی دیکھا تھا
پچھلے سال کیلنڈر غم
تیری سوچ میں گم سم ہوں
ہجر کے آنسو اکثر غم
میں ہوں تنہا ساتھ مگر
تیری یاد کے لشکر غم
دور افق پر تمثیلہؔ
دیکھا چاند سا پیکر غم

سنانا چاہتی ہوں میں ہوا کا سرسری قصہ
دلِ وحشی سے سن لو تم وفا کا سرسری قصہ
حدودِ دل سے کیسے ہم نکل آئے تھے چپکے سے
ذرا ٹھہرو ! سنو یہ بھی گناہ کا سرسری قصہ
بیاں کیسے کروں گی میں محبت کی کہانی کو
کہ اشکوں میں سمٹ آیا انا کا سرسری قصہ
محبت جرم ہے اس کی سزا ممکن تو ہو گی نا
عدالت نے سنا ڈالا سزا کا سرسری قصہ
ملن کی آخری صورت نکل آئی ہے دیکھو تم
ہوا منظور ہی آخر دعا کا سرسری قصہ
محبت عشق رسوائی مجھے یہ حکم دیتی ہے
لکھو کاغذ کے کونے پر جفا کا سرسری قصہ
پوچھو دل سے تمثیلہؔ کہ کس کے عشق نے مارا
سناؤ تو ذرا قاتل ادا کا سرسری قصہ

محبت

محبت ایک روایت ہے
کہ جس کے ایک پہلو میں
وفا کے رنگ کھلتے ہیں
اور اس کے دوسرے پہلو
کے اندر تک
جفا کا رقص ہوتا ہے
جفا نفرت اگاتی ہے
کہ جس کی فصل میں
دشمن کی کھیتی ہے
اور اس کھیتی میں
انساں کے لہو کا رقص ہوتا ہے

ابد تک سلسلہ نفرت کا چلتا ہے
محبت اک عبادت ہے
کہ جس کے ایک پہلو میں

دعائیں ساتھ رہتی ہیں

محبت کا یہی پودا

تناور درخت بن کر بھی

ہمیں سایہ دیتا ہے

محبت تو رتوں کا باغ ہے

جس کی تمنا میں

تقدس کے سبھی رشتے بھی قائم ہیں

محبت تو ازل سے ہی

نئی نسلوں کی خواہش کی کہانی ہے

محبت اک حکمرانی ہے

محبت جاودانی ہے

مجھے یاد آنے لگا ہے دسمبر
میرا دل جلانے لگا ہے دسمبر
بڑی دلربا ہیں دسمبر کی راتیں
مجھے کیوں ستانے لگا ہے دسمبر
میرے دل کی سڑکوں پہ تم لوٹ آؤ
لہو رنگ لانے لگا ہے دسمبر
کوئی ہم سے بچھڑا تھا ایسی رتوں میں
ہمیں اب رلانے لگا ہے دسمبر
بڑی غم زدہ سی اداسی ہے دل پر
ستم ہم پہ ڈھانے لگا ہے دسمبر
سبھی بھولے بھٹکے ہوئے ہیں مسافر
کہ رستہ دکھانے لگا ہے دسمبر
میری جان جلدی سے تم لوٹ آؤ
کہ تمثیلہؔ جانے لگا ہے دسمبر

ہر سُو ٹھنڈا ٹھنڈا موسم

سرد رتوں کا پہلا موسم

انگیٹھی میں آگ جلی ہے

اچھا خاصا بھیگا موسم

جس موسم میں وصل ہوا تھا

پھر سے لوٹ کے آیا موسم

دیواروں پر بارش ہو گی

جب بھی ٹوٹ کے برسا موسم

کاغذ کی دہلیز پہ ہم نے

تیری یاد کا لکھا موسم

کاش کبھی نہ لوٹ کے آئے

سرد رتوں کے جیسا موسم

تمثیلہؔ کی آنکھ سے برسا

خوابوں کا سرمایہ موسم

کچھ درد میرے اس کی کہانی میں ملیں گے
آنسو میرے دریا کی روانی میں ملیں گے
کچھ خواب محبت کے کہیں درج کیے تھے
وہ خواب کسی شام سہانی میں ملیں گے
تم یاد کے البم کو ذرا دیر سے کھولو
کچھ زخم بھی تصویر پرانی میں ملیں گے
اک عمر ہوئی گھر کے اندھیروں میں پڑی ہوں
فرقت کے حوالے بھی نشانی میں ملیں گے
اس شہر خراباں سے نکلنا ہی پڑے گا
ممکن ہے کسی یاد دہانی میں ملیں گے
اک ماں کا تصور ہے کہ جاتا ہی نہیں ہے
جذبات میرے اشک فشانی میں ملیں گے

خواب کے الجھے بدن سے تو نکل
نیند کے اس پیراہن سے تو نکل

آسماں پر رقص کرتی چاندنی
زندگی کے اس گگن سے تو نکل

حسرتوں کو دفن کر کے آ کبھی
آرزوؤں کے کفن سے تو نکل

شعر گوئی کے سخن کو تو سمجھ
اور اس کے ہر متن سے تو نکل

جان اپنی تو بچا لے زندگی
ظلم کرتے اس وطن سے تو نکل

یہ ہوس بھی مار ڈالے گی تمہیں
دیکھ اپنے تن بدن سے تو نکل

دل محبت میں اگر ہے مبتلا
اے محبت اس چبھن سے تو نکل

کہانی کو سنانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم
تسلسل آزمانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

ہمیں تم سے محبت تھی محبت بھی تھی بے پایاں
محبت کو نبھانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

چلو مانا کہ دل رکھنے کی خاطر سب کہا لیکن
قسم جھوٹی ہی کھانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

اندھیرے ہی مقدر میں اگر مالک نے لکھے تھے
چراغوں کو جلانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

ہمیں تم جس طرح رکھتے تمہاری دسترس میں تھے
دلوں میں گھر بنانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

ہماری آنکھ کے سپنے وہ سارے راکھ کر ڈالے
ہمیں یوں چھوڑ جانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

تمھیں اچھی طرح سے میں سمجھتی ہوں میرے ہمدم
مجھے دل سے بھلانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

یہی اک بات تمثیلہؔ اسے جا کر سکھاؤں گی
ہمیں واپس بلانے کا سلیقہ سیکھ لیتے تم

دوشعر

خواہش تھی محبت کا ارادہ تو نہیں تھا
ملنے کا کبھی آپ سے وعدہ تو نہیں تھا
حالانکہ مجھے آپ سے شکوے بھی بہت تھے
حالانکہ کبھی عشق زیادہ تو نہیں تھا

میری گلیوں میں قلندر نہیں آنے والا
اب جدائی کا یہ منظر نہیں آنے والا
دل کی حسرت کو تماشا نہ بنایا جائے
تیرے ہاتھوں میں وہ ہمسر نہیں آنے والا
اس نے آنا نہیں لوٹ کے واپس اب تو
تیری خاطر وہ ستمگر نہیں آنے والا
اب تو اگلے ہی برس آ سکتا ہے
اب جو گزرا ہے دسمبر نہیں آنے والا
یہ جو نکلا ہے میری جان تیرے ہاتھوں سے
تیرے آنگن میں کبوتر نہیں آنے والا
میرے ہاتھوں میں سدا پھول تمہاری خاطر
کیا تیری سمت سے پتھر نہیں آنے والا
پیاس کہتی ہے کہ اب ریت نچوڑی جائے
اپنے حصے میں سمندر نہیں آنے والا

اپنا دل میں گنوانے والی نہیں
تیری باتوں میں آنے والی نہیں

جو بجھا دے ہوا کا اک جھونکا
وہ دیا میں جلانے والی نہیں

وہ بھی پکا ہے اپنی ضد کا بہت
میں بھی اس کو منانے والی نہیں

آ گئی ہوں دھیان میں رکھنا
اب تیرے دل سے جانے والی نہیں

وہ بھی جاگے گا عمر بھر یونہی
نیند مجھ کو بھی آنے والی نہیں

ایک خواہش ہے میری مٹھی میں
جو کسی کو دکھانے والی نہیں

رونے والی ہوں میں تو تمثیلہؔ
پر کسی کو رلانے والی نہیں

حال اپنا سنا کے دیکھتی ہوں
تجھکو بھی آزما کے دیکھتی ہوں

رونے سے جی ہوا نہیں ہلکا
اب ذرا دیر گا کے دیکھتی ہوں

جس کو پانے سے کچھ نہیں پایا
اب میں اس کو گنوا کے دیکھتی ہوں

اپنے سر کو جھکا کے دیکھ لیا
اب میں سر کو اٹھا کے دیکھتی ہوں

دنیا والوں نے ہے رلایا بہت
اب میں ان کو رلا کے دیکھتی ہوں

شاید اس بار لوٹ کر وہ آ جائے
اسے پھر سے بلا کے دیکھتی ہوں

یوں وہ تمثیلہؔ ملنے والا نہیں
اس کے خوابوں میں جا کے دیکھتی ہوں

محبت کو نبھانا ہے مگر اپنے طریقے سے
کسی کو آزمانا ہے مگر اپنے طریقے سے

سلیقے زندگانی کے اسے آتے نہیں ہرگز
اسے سب کچھ سیکھایا ہے مگر اپنے طریقے سے

محبت بھی اسے آتی نہیں کرنی کسی صورت
طریقہ بھی بتانا ہے مگر اپنے طریقے سے

زمانہ تو زمانہ ہے زمانہ چھوڑ دو ہمدم
زمانے کو جلانا ہے مگر اپنے طریقے سے

منانا ہے اسے ہم نے مگر اک شرط ہے اپنی
اسے اک دن منانا ہے مگر اپنے طریقے سے

اسے اس بار آنے میں اگر کچھ دیر ہو جائے
چراغوں کو جلانا ہے مگر اپنے طریقے سے

طریقے تو بہت سے ہیں طریقوں سے نہیں ہوتی
محبت کو جگانا ہے مگر اپنے طریقے سے

کہاں منزل ہے چاہت کی کہاں رستوں کی دشواری
اسے رستہ دکھانا ہے مگر اپنے طریقے سے

ہمیں جو چھوڑ کر یونہی کبھی آیا نہیں واپس
اسے واپس بلانا ہے مگر اپنے طریقے سے

محبت کی روایت کو سمجھنا ہے مگر سن لو
محبت کو بھی پانا ہے مگر اپنے طریقے سے

اگر وہ بات کرتا ہے ستارے توڑ لانے کی
ستارہ توڑ لانا ہے مگر اپنے طریقے سے

وہ تمثیلہ محبت سے مگر کب باز آئے گا
سبق اس کو سیکھانا ہے مگر اپنے طریقے سے

ترے دل کی ہم پہ رہی حکمرانی
کبھی ختم ہو گی نہ اپنی کہانی
دعا ہے ہماری رہو خوش ہمیشہ
جیو تم ہمیشہ ہی لمبی جوانی
سناتی تھی ہم کو جو پریوں کا قصہ
کہاں کھو گئی ہے وہ پریوں کی نانی
کمانا ہے بیٹے کی خاطر ہمیشہ
سکھاتی ہے ہم کو یہی زندگانی
کتابوں میں سوکھے گلابوں کی پتیاں
وہ سچی محبت وہ تیری نشانی
کبھی بھول سکتی نہیں عمر بھر میں
مسلسل تمہاری وہ یادیں پرانی
بہت یاد آتے ہیں گاؤں کے موسم
وہ پیپل کی چھاؤں وہ ندیا کا پانی

بات کرتی ہوں ٹال دیتا ہے
چند کنکر اچھال دیتا ہے
میں نے دیکھا ہے وہ زمانے کو
اک متاعِ خیال دیتا ہے
زندہ رکھتا ہے ہجر لوگوں کو
سب کو میری مثال دیتا ہے
سو رہا ہے وہ غم کے بستر پر
ملنے والوں کو حال دیتا ہے
وہ دسمبر کی سرد راتوں میں
مجھ کو تحفے میں شال دیتا ہے
اس کی سوچیں اڑان رکھتی ہیں
وہ تخیل کمال دیتا ہے

چھوڑ جاتے ہیں لوگ غربت میں
کون کتنے ملال دیتا ہے
اس کی عادت ہے یہ بھی تمثیلہؔ
مجھ کو مشکل میں ٹال دیتا ہے

تین اشعار

ہاتھوں کی لکیروں سے یا تقدیر سے الجھوں
کیسے میں کسی یار کی تصویر سے الجھوں
پاؤں میں ترے عشق کی دنیا ہی پڑی ہے
اب کیسے ترے پیار کی زنجیر سے الجھوں
اس عشق میں زیادہ ہی مجھے درد ملے ہیں
اب کیسے بھلا خواب کی تعبیر سے الجھوں

تیری یاد میں رویا جائے
اپنا دامن دھویا جائے
شب کی تنہائی میں اکثر
دل کرتا ہے رویا جائے
کیا ہے موت کا منظر لوگو
اپنا آپ بھگویا جائے
تم کہتے ہو مجھ سے جاناں
جو پایا ہے کھویا جائے
دیواروں پر نم آنکھوں سے
پھر سے خواب پرویا جائے
دل کی اس زرخیز زمیں پر
ہجر کا آنسو بویا جائے
تمثیلہؔ کچھ دیر کی خاطر
ماں کی قبر پہ رویا جائے

یہ دل انجان ہوتا جا رہا ہے

بڑا نقصان ہوتا جا رہا ہے

دعاؤں کی ہوا چلنے لگی ہے

سفر آسان ہوتا جا رہا ہے

خبر مجھکو نہیں ہے اور دل میں

کوئی مہمان ہوتا جا رہا ہے

جو لہروں کی طرح ملتا تھا مجھ سے

وہ اب طوفان ہوتا جا رہا ہے

جسے میں جانِ جاں سمجھی تھی اپنا

بلائے جان ہوتا جا رہا ہے

میں جس سے دور ہونا چاہتی ہوں

میری پہچان ہوتا جا رہا ہے

کسی کے پیار کا تمثیلہؔ دل میں

بہت سامان ہوتا جا رہا ہے

تنہا ہوں بہت ساتھ تیرا مانگ رہی ہوں
میں دھوپ میں بارش کی دعا مانگ رہی ہوں

پتھر کے خداؤں سے صلہ کس کو ملا ہے
خوش فہم ہوں میں ان سے وفا مانگ رہی ہوں

دن میں تو مقدر کی طرح سوئی رہی میں
ڈھلتے ہوئے سورج سے ضیا مانگ رہی ہوں

جاگیر کوئی لینے نہیں آئی ہوں تجھ سے
میں دل میں ترے اپنی جگہ مانگ رہی ہوں

مجرم کی طرح عمر گزاری ہے تیرے بعد
اس جرم کی اب تجھ سے سزا مانگ رہی ہوں

تمثیلؔہ میری آنکھیں فلک سے نہیں ہٹتی
میں اپنے خدا سے ہی خدا مانگ رہی ہوں

مجھ میں آ سکتی نہیں ہے تازگی اس کے بغیر
ایک سوکھا پھول ہے یہ زندگی اس کے بغیر

چاہے خوشیوں کی ہو، دولت کی ہو، یا ہو چاند کی
دھوپ لگتی ہے مجھے ہر چاندنی اس کے بغیر

بعد اس کے میں دیئے گھر کے جلاؤں کس طرح
روشنی لگتی نہیں ہے روشنی اس کے بغیر

ساری دنیا مجھ کو لگتی ہے ادھوری کیا کروں
پوری ہوتی ہی نہیں کوئی کمی اس کے بغیر

شام ہو تو شام ہی رہتی ہے آنگن میں میرے
لمبی صدیوں کی طرح ہے ہر گھڑی اس کے بغیر

اچھا لگتا ہی نہیں کچھ اور تمثیلہؔ مجھے
صرف اچھی لگ رہی ہے شاعری اس کے بغیر

مت ہمیں یوں دوستی کا درس دے
اس طرح مت زندگی کا درس دے
ہم پناہوں میں تمہاری آ چکے
تو ہمیں بس بندگی کا درس دے
اس غزل میں استعارے ہوں سبھی
کچھ ہمیں یوں شاعری کا درس دے
زندگی کے سب اندھیرے ختم ہوں
اے محبت روشنی کا درس دے
میں محبت کے سلیقے سیکھ لوں
زندگی کو عاجزی کا درس دے
دوستوں کا یہ تکبر ختم کر
اور ان کو سادگی کا درس دے
ہر طرف ہوں چاہتیں ہی چاہتیں
تو مکمل دل لگی کا درس دے

زندگی کے سبھی سلسلوں میں رہو
جتنے مشکل ہیں ان راستوں میں رہو
جن سے نفرت ہو ان سے بھی الفت کرو
ایسے لوگوں سے پر فاصلوں میں رہو
جو بھی اچھا لگے اس سے اتنا کہو
اے میری جان جاں رابطوں میں رہو
دل سے یادیں بھلانے کی خاطر کبھی
تم سے ممکن ہو پھر میکشوں میں رہو
تم کو دشمن بھی ہرگز بھلا نہ سکیں
دوستوں کے سبھی تذکروں میں رہو
تم پہ تنقید کرنے لگے جو کبھی
ایسے شاعر کے تم مشوروں میں رہو
میری نیندیں فقط ہوں تمہارے لئے
عمر ساری مرے رتجگوں میں رہو

اگرچہ چپ رہوں تو یہ درد بولتے ہیں
میرے ساتھ شام و سحر بولتے ہیں
میرے گھر پہ جب بھی اندھیروں کا ڈر ہو
میرے دل میں شام و قمر بولتے ہیں
میرے صحنِ و دل میں اگر دھوپ آئے
میرے صحن و دل میں شجر بولتے ہیں
میری شاعری میں بہت استعارے
میرے غم میں اہلِ ہنر بولتے ہیں
میرے پاؤں میں بھی بہت آبلے ہیں
مگر پھر بھی ذوقِ سفر بولتے ہیں
تیرے ساتھ جو بھی گزاری تھیں شامیں
محبت کے لمحے امر بولتے ہیں

میں جب تتلی کی رنگت دیکھتی ہوں
تو پھر خوشبو کی شدت دیکھتی ہوں
میرے اندر کے منظر جاگتے ہیں
تیرے دل میں محبت دیکھتی ہوں
تیرا بچپن بھی اچھا لگ رہا ہے
میں بچوں کی شرارت دیکھتی ہوں
میں خود لہجے سمجھ لیتی ہوں اکثر
جونہی لوگوں کی فطرت دیکھتی ہوں
میری ماں کی کہیں کھانسی کی گونجیں
میں کمروں میں اذیت دیکھتی ہوں
میری غربت میں مزدوری کے دھکے
یہی بس ہر حقیقت دیکھتی ہوں
بھلا سکتی نہیں بابا کی یادیں
میں تمثیلہؔ یہ وحشت دیکھتی ہوں

تمہارا روٹھ جانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
ہمیں یوں آزمانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
محبت تو محبت ہے مگر اس کو نہ سمجھو گے
محبت کو بھلانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
خلش سی دل میں رہتی ہے کسی کے ٹوٹ جانے کی
اچانک مسکرانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
زمانہ ہی تو دشمن ہے یہاں پر ہیر رانجھے کا
کسی کیدو کا آنا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
تمہاری یہ ادائیں تو ہمیں اب مار ڈالیں گی
یونہی پلکیں جھکانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
بہت چپ چاپ رہنا بھی علامت ہے محبت کی
مگر باتیں چھپانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے
میری چوکھٹ پہ تمثیلہؔ وہ آیا بعد صدیوں کے
مجھے آ کر منانا بھی کسی خطرے کی گھنٹی ہے

❁

دل الجھتا ہے زندگانی سے
خاک اڑتی ہے اس کہانی سے

میں نے دیکھا ہے تیری آنکھوں میں
میں بھی گزری ہوں اس روانی سے

سوچتی ہوں کہ کیسے نکلیں گے
تیری یادوں کی راج دھانی سے

ایک لڑکے کا عشق سچا تھا
رنگ اس کے تھے آسمانی سے

ہم بھی بچپن کو یاد کرتے ہیں
قصے سنتے تھے ہم بھی نانی سے

ہم تو اکثر ہی خوف کھاتے ہیں
آپ جیسوں کی حکمرانی سے

ہم بھی نخرے ہیں عشق نخرہ ہے
عشق والوں کی ضوفشانی سے

میں نے دریا میں ڈال دی کشتی
تیری یادوں کی بادبانی سے

میری آنکھوں کے دریا کی روانی کیوں نہیں دِکھتی
اسے اجڑی ہوئی میری جوانی کیوں نہیں دِکھتی

میرا کردار افسانے میں شامل کیوں نہیں کرتا
اسے یہ غم زدہ میری کہانی کیوں نہیں دکھتی

وہ جس پر دل کی دنیا بھی لٹائی ہر گھڑی میں نے
میرے دل پر اسی کی حکمرانی کیوں نہیں دکھتی

میری آنکھیں سلگتے دشت کی صورت ہوئی آخر
کسی کے پیار کی کوئی نشانی کیوں نہیں دکھتی

زمانہ جانتا ہے میں اسی سے پیار کرتی ہوں
اسے میری محبت راج دھانی کیوں نہیں دکھتی

جہاں بھر سے وہ کرتا ہے محبت کی بہت باتیں
اسے اپنی یہ تمثیلہؔ مگر رانی نہیں دکھتی

رسموں سے زمانے کی عداوت نہیں کرتے
ہم شہرِ انا لوگ بغاوت نہیں کرتے

ہو جائے اگر حشر بھی برپا شہر میں
مفلس کی کسی طور حمایت نہیں کرتے

رکھتے ہیں بہت درد کی دولت بھی ہمیشہ
لوگوں میں کبھی اس کی سخاوت نہیں کرتے

یہ لوگ میرے دل میں ہمیشہ سے مکیں ہیں
اس دل سے کسی طور یہ ہجرت نہیں کرتے

جو لوگ اصولوں سے ہمیشہ ہی لڑے تھے
دل بیچ کے کہتے ہیں تجارت نہیں کرتے

زندگی کا دکھ اٹھانا چاہیے
دوستوں کو آزمانا چاہیے
جو مصیبت میں تمہارا ساتھ دے
ساتھ ان کا بھی نبھانا چاہیے
رتجگوں سے اب نکلنے کے لئے
زندگی کو اک بہانا چاہیے
جو شریک غم رہے ہیں دوستو
ان کو سینے سے لگانا چاہیے
آدمی کو مار ڈالا کس لئے
لاش کو بھی اک ٹھکانا چاہیے
زندگی میں وحشتیں ہیں چار سو
اب ہمیں بھی لوٹ جانا چاہیے
میری ماں نے سچ کہا تھا دوستو
لڑکیوں کو گھر بسانا چاہیے

دل ہمارا نوچتے ہیں وسوسے
اور ہم کو بھانپتے ہیں وسوسے
مار دیتی ہے ہمیں یہ زندگی
ہر طرف سے جھانکتے ہیں وسوسے
ذہن خالی کر دیا ہے آپ نے
زندگی کو سوچتے ہیں وسوسے
ہم بدلتے رہ گئے ہیں پیرہن
روز ہم کو ڈھانپتے ہیں وسوسے
ہر طرف ہیں دوستوں کی تلخیاں
تلخیوں میں ناچتے ہیں وسوسے
اضطرابی میں مقید آنکھ ہے
اس طرح سے ڈھونڈتے ہیں وسوسے

سرد رتوں کے ساون میں
دیپ جلایا آنگن میں
اک پاگل کو چاہا تھا
ہم نے اپنے جیون میں
خوشبو خوشبو رقص میں ہے
تتلی پنچھی گلشن میں
کس کو اپنی جان کہوں
کون ہے میری دھڑکن میں
اس نے پیار سے بھیجا تھا
یاد بسی ہے کنگن میں
تمثیلہؔ کچھ یاد کرو
کون تھا تیرے جیون میں

لبِ دریا انوکھی داستاں ہوں
فسانے کیا کہوں پر بے زباں ہوں
ہیں جسکی منزلیں ساری کٹھن سی
میں اس راہِ سخن کا کارواں ہوں
جسے تم ختم کر ڈالو گے اک دن
وہی بارش زدہ خستہ مکاں ہوں
مجھے دل کی گلی میں بھول آئے
ابھی بھی پوچھتے ہو میں کہاں ہوں
خدا کے ہاتھ میں ہے زندگانی
میں مخلص دوستوں کے درمیاں ہوں
تو یوسف ہے نہ یوسف کی طرح ہے
زلیخا کی طرح میں بے اماں ہوں

خدا کی یہ عجب بستی ہے جس میں
سنو کب سے میں اک تنہا سی جاں ہوں
عقابوں سے ہیں تمثیلہؔ یہاں لوگ
سمجھتی ہوں میں اک بیٹے کی ماں ہوں

دوشعر

اپنی آنکھوں میں محبت کی خوشبو لے کر
دل کے خانے میں کئی لوگ اتر جاتے ہیں
بارہا ہم نے محبت میں بہت دیکھا ہے
خودکشی کر کے بھی کئی لوگ مر جاتے ہیں

میرے ساتھ تیری وفائیں یہ کب تک
محبت کی ساری دعائیں یہ کب تک
بھٹکتی رہوں گی ترے دشتِ دل میں
میں سنتی رہوں گی صدائیں یہ کب تک
بھلا کب تلک یہ جوانی رہے گی
وفائیں یہ کب تک ادائیں یہ کب تک
تیری بے رخی مار ڈالے گی تجھ کو
غریبوں سے تیری جفائیں یہ کب تک
یہ موسم حبس کا بھی کب تک رہے گا
چلیں گی رکیں گی ہوائیں یہ کب تک
تیرا پیار میرے لئے ایک خطرہ
میری وفا کی سزائیں یہ کب تک
سمجھتی ہوں کتنی گناہگار ہوں میں
میں کرتی رہوں گی خطائیں یہ کب تک

در و دیوار پر لکھی کہانی کون سنتا ہے
کسی گہرے سمندر کی روانی کون سنتا ہے
اسے بچپن میں بھیجی تھی محبت سے کبھی ہم نے
کسی کاغذ کے ٹکڑے میں نشانی کون سنتا ہے
تمہارے عشق میں ہم نے گنوائی کس طرح اپنی
وہ ہی پر کیف جذبوں کی جوانی کون سنتا ہے
بڑی لمبی حویلی کی وہ یادیں بھول جاؤ گے
بسر جس میں ہوئی عمریں زبانی کون سنتا ہے
تمہارے پیار میں ہم نے زمانہ کھو دیا آخر
ہماری آنکھ سے بہتا یہ پانی کون سنتا ہے
روش اپنی بھی تمثیلہؔ کبھی بدلی نہیں لیکن
شبِ فرقت کی سب باتیں پرانی کون سنتا ہے

شہرِ دل کے سبھی راستے بند ہیں
آنکھ روشن میری آئینے بند ہیں

آپ اپنی ہی مرضی کریں جو کریں
اپنے جھگڑے کے سب فیصلے بند ہیں

ہم روایت کبھی توڑ سکتے نہیں
چپ رہو تم یہاں مشورے بند ہیں

وحشتیں رقص کرتی رہیں گی سدا
اس کہانی میں سب حادثے بند ہیں

آنکھ کے منظروں میں ہیں تاریکیاں
ایک مدت ہوئی رتجگے بند ہیں

شہرِ حسرت کی گلیوں میں تنہائیاں
رابطے بند ہیں سلسلے بند ہیں

غزل لکھنی ہے بادل پر — تیری آنکھوں کے کاجل پر
نہ جانے کس لئے دنیا — بہت ہنستی ہے پاگل پر
ستارے ٹانکتی ہوں میں — دعا کے سبز آنچل پر
پرندے سو نہیں سکتے — لگی ہے آگ جنگل پر
مجھے کب چین ملتا ہے — تیرے خوابوں کے ململ پر
اڑے گا یہ پرندہ بھی — لگیں گے جب مکمل پر
سنبھلتے کیوں نہیں پاؤں — زماں کی تیز دلدل پر
پلٹ آئے گا تمثیلہؔ — یہ باتیں چھوڑ دو کل پر

آنکھ کا دریا خشک ہوا ہے ریت پہ تیرا نام لکھا ہے

میں مجبور سی لڑکی جس کا کتنا مشکل وقت کٹا ہے

دل تھا نافرمان بہت ہی میں نے اس کو عاق کیا ہے

اک ماتم ہے آنکھ کے اندر کس سائے کا قتل ہوا ہے

تنہائی کے شہر میں آ کر خود کو کوئی ڈھونڈ رہا ہے

باہر کس کی لاش پڑی ہے دروازے پر شور مچا ہے

ہر جانب ہیں خوف کے سائے کس رستے پہ چور گیا ہے

ہر اک شوخ کو تمثیلہ نے آخر اب پہچان لیا ہے

کتنی مشکل ہے یہ امتحاں کی گھڑی
ختم ہوتی نہیں اس جہاں کی گھڑی
سسکیاں روکنے سے نہ غم رک سکیں
رک گئی ہے یہ آہ و فغاں کی گھڑی
راس آئی ہمیشہ یہ بارش ہمیں
راس آئی ہے سود و زیاں کی گھڑی
کس نے تم کو محبت میں غم دے دیئے
رقص میں ہے غمِ بے کراں کی گھڑی
سر پہ کتنی بلندی پہ ہیں ناچتے
چاند سورج مگر آسماں کی گھڑی
کس نے دھوکا دیا عشق میں اس طرح
تیری آنکھوں میں ہے کہکشاں کی گھڑی

روز و شب کے دریچے پہ دیکھا کرو
آنکھ میں اب بھی سیلِ رواں کی گھڑی
وقت جس میں کبھی بھی ٹھہرتا نہیں
تم بتاؤ یہ کیسی کہاں کی گھڑی

دوشعر

اشک آنکھوں میں تمہارے نہیں دیکھے جاتے
تیری آنکھوں میں ستارے نہیں دیکھے جاتے
ڈوبتی کشتی کو بچایا بھی نہیں جا سکتا
اور آنکھوں سے نظارے نہیں دیکھے جاتے

ہر مشکل میں ساتھ دیا ہے ٹھیک کیا ہے
میں نے اس سے پیار کیا ہے ٹھیک کیا ہے
میں نے کل شب مہندی رنگ ہتھیلی پر
صرف اسی کا نام لکھا ہے ٹھیک کیا ہے
اس نے مجھ کو چھوڑ دیا ہے رستے پر
تنہائی کا زہر پیا ہے ٹھیک کیا ہے
میں نے اپنی جھیل سی گہری آنکھوں سے
اس کا رستہ دیکھ لیا ہے ٹھیک کیا ہے
کب تک بیٹھی آس لگائے دل پر جاؤں
میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے ٹھیک کیا ہے
کچے رشتوں کی بنیادیں کچی تھیں
اپنا دامن آپ سیا ہے ٹھیک کیا ہے
میں خود کو تمثیلہؔ کیوں برباد کروں
سب لوگوں نے ٹھیک کہا ہے ٹھیک کیا ہے

تنہائی میں رو لیں گے
ہجر کے آنسو بولیں گے
تیری یاد کا بستر ہو گا
جس پر شب بھر سو لیں گے
جو بھی پیار کرے گا ہم سے
ہم بھی اس کے ہو لیں گے
دیواروں کو حال سنا کر
تھوڑی دیر کو رو لیں گے
رو کر اپنے اشکوں سے
اپنا دامن دھو لیں گے
تمثیلؔہ ہم درد کے مارے
سارے خواب پرو لیں گے

کیا ہے میرا نام سہیلی
بھول گئی ہوں کام سہیلی
اک عاشق سے عشق کیا ہے
کر ڈالا بس نام سہیلی
چھوڑ گیا ہے مجھ کو ساجن
مجھ پر کیوں الزام سہیلی
رستہ دیکھ رہی ہوں اس کا
ہر سو گہری شام سہیلی
سات برس تو ہو گئے مجھ کو
سونے سونے بام سہیلی
اب مجھ کو بھی چین کہاں ہے
کیا کرنا آرام سہیلی

کیا احساس کی قیمت ہو گی
لگ جائیں گے دام سہیلی
عشق نگر کا راجا ہے وہ
میں سیدھی سی عام سہیلی
لوٹ آئے گا تمثیلہؔ وہ
دیکھوں گی ہر گام سہیلی

سارے لمحے سینچ لیے ہیں کاغذ پر
دل کے جذبے درج کیے ہیں کاغذ پر
اس کا نام لیا ہے آج اکیلے میں
سارے آنسو ٹوٹ پڑے ہیں کاغذ پر
اس نے جو بھی خواب دکھائے آنکھوں کو
ہم نے وہ سب خواب لکھے ہیں کاغذ پر
ہم نے رزق کمایا کتنی محنت کی
آنکھوں سے پھر اشک گرے ہیں کاغذ پر
اس نے پیار سے خط لکھے تھے ماضی میں
یادوں کے سب پھول کھلے ہیں کاغذ پر
تمثیلہؔ پر طنز کیے ہیں لوگوں نے
میں نے سارے طنز سہے ہیں کاغذ پر

عشق ہماری ذات کا قصہ سوچو تم
یہ سب اپنی مات کا قصہ سوچو تم
ہم ہیں تیرے عشق میں پاگل مدت سے
قسمت کالی رات کا قصہ سوچو تم
کون تھا جس نے ہم دونوں کو توڑ دیا
کیا ہے اپنی گھات کا قصہ سوچو تم
وصل ہماری قسمت میں کب لکھا تھا
چھوٹی سی اک بات کا قصہ سوچو تم
مار دیا ہے کس نے میرے مجنوں کو
اشکوں کی برسات کا قصہ سوچو تم
دنیا تو بس ہنستی ہے ہم لوگوں پر
کیا ہے سب صدمات کا قصہ سوچو تم

یادوں کے انمول خزانے رکھتی ہوں
غم ہے میری ذات کا قصہ سوچو تم
مفلس لوگ ہمیشہ ظلم کو سہتے ہیں
ان سب کے حالات کا قصہ سوچو تم
گھر کی چھت بھی ٹوٹ گری ہے بارش میں
مالک کی خیرات کا قصہ سوچو تم
تمثیلہؔ کی دولت اس کا بیٹا ہے
خوشیوں کی بارات کا قصہ سوچو تم

کیا تم خود سر ہو جاؤ گے
گھر سے بے گھر ہو جاؤ گے
میں نے ایسا کب سوچا تھا
تم بھی پتھر ہو جاؤ گے
کب سوچا تھا قطرہ قطرہ
ایک سمندر ہو جاؤ گے
تنہائی کے زخم ملیں گے
غم کا لشکر ہو جاؤ گے
چھوڑ کے ساری دنیا تم بھی
مست قلندر ہو جاؤ گے
تمثیلہؔ کے عشق میں تم بھی
خواب کا محور ہو جاؤ گے

میرے کمرے میں تھی تیرگی رات بھر
کس نے میری بھی آخر سنی رات بھر
میں کھڑی ہی رہی منتظر بام پر
وہ نہ آیا مگر اجنبی رات بھر
آئینہ بھی تو حیرت میں تھا مبتلا
میں جو اتنا سنورتی رہی رات بھر
چھت پہ ٹھنڈی ہوا بھی رقصاں رہی
مجھ کو تکتی رہی چاندنی رات بھر
میری سوچوں کا لاوا پگھلتا رہا
رقص کرتی رہی شاعری رات بھر
ایک ماں تھی جو مٹی تلے سو گئی
یاد اس کی ستاتی رہی رات بھر
اس نے ہچکی بھری اور دیکھا مجھے
مجھ سے لپٹی رہی بے بسی رات بھر

کتنے مہنگے ہیں میرے اشک گھٹا مہنگی ہے

شہرِ الفت میں محبت کی دعا مہنگی ہے

کون کرتا ہے غریبوں پہ توجہ اب کے

کیا خریدیں کہ مسیحا کی دوا مہنگی ہے

چھوڑ جاتے ہیں تعلق کے سبھی رشتے

دل کی دنیا میں ذرا دیکھ وفا مہنگی ہے

ہر محبت میں جدائی کا کوئی موڑ بھی ہے

ہم تو کہتے ہیں میری جان سزا مہنگی ہے

سسی پنوں کا کوئی دور نہیں ہے اب کے

اور کیدو کی زمانے میں وفا مہنگی ہے

ہماری راہ میں دھوپوں کے گھر نہیں ہوتے

چھاؤں ہوتی ہے مگر کوئی شجر نہیں ہوتے

ماں کے ہونٹوں کی دعاؤں کے ثمر لے کے چلیں

کالے جادو کے بھی ہم پہ اثر نہیں ہوتے

ہوا کے ہاتھ اڑاتے ہوئے پرندوں کے

سڑک پہ گرتے ہوئے جسموں کے پر نہیں ہوتے

پاؤں رکھتے ہی ہمیں گھر کی گھٹن کاٹتی ہے

ایسی حالت میں کبھی دن بھی بسر نہیں ہوتے

کاٹ لیتے ہیں جدائی کے سفر دنیا میں

ہم سے لیکن یہ جدائی کے سفر نہیں ہوتے

میں نے تمثیلہ محبت میں بہت اشک بہائے

اب تو آنکھوں میں بھی اشکوں کے بھنور نہیں ہوتے

تنہائی کا سال نومبر
گزر گیا ہر حال نومبر
یاد آتا ہے سرد رتوں میں
کر لیں استقبال نومبر
ہم دونوں کی ذات کا لیکن
کب تک استحصال نومبر
ہم نے آخر سرد رتوں میں
اوڑھی نِکھی شال نومبر
تڑپا ہے راتوں کو اکثر
یادوں کا بھونچال نومبر
جھیل سی آنکھیں ڈوب رہی ہیں
کتنا ہے پاتال نومبر
تمثیلہؔ کے ساتھ ہی کیونکر
کھیل رہا ہے چال نومبر

وفاؤں کے سبھی قصے سناؤں گی چلے جانا
تمہیں ساری وہ باتیں بھی بتاؤں گی چلے جانا
جنہیں تم سے محبت تھی انہی سے بے وفائی کیوں
تمہیں تھوڑی سی چاہت بھی سکھاؤں گی چلے جانا
تیری چاہت کے قصے بھی بھلانا سخت مشکل ہے
میں اپنی چاہتوں کے غم اٹھاؤں گی چلے جانا
تمہارا روٹھ کر جانا اذیت ہی اذیت ہے
تمہیں میں اس دفعہ خود ہی مناؤں گی چلے جانا
تمہارا چاند سا چہرہ میری آنکھوں میں بستا ہے
تجھے سوچوں میں سینے سے لگاؤں گی چلے جانا
جو تم نے پیار میں بخشے سبھی وہ زخم تازہ ہیں
تمہیں سب گھاؤ بھی دل کے دکھاؤں گی چلے جانا
محبت جرم ہے جس کی میں تمثیلہ سزا پاؤں
سزائیں پیار کی ساری میں پاؤں گی چلے جانا

نظم

مجھے تم سے محبت ہے

مجھے تم سے محبت ہے

کہ تم نے زندگی جینے کا مجھ کو حوصلہ بخشا

خداؤں سے الجھنے کی مجھے طاقت بھی بخشی ہے

میرے سینے میں طغیانی کا اک گہرا سمندر ہے

جسے میں دیکھ سکتی ہوں۔

جسے محسوس کرتی ہوں۔

میرے اندر کسی سہمے ہوئے غم کا سمندر ہے۔

جسے میں خود پرکھتی ہوں۔

جسے میں جان سکتی ہوں۔

جسے پہچان سکتی ہوں۔

مجھے تم سے محبت ہے۔

کہ تم عہدِ وفا کا ایک حصہ ہو۔

کہانی ہو۔

جسے کاغذ کے سینے پر۔

کبھی تحریر کرتی ہوں۔

جسے تقدیر لکھتی ہوں۔

جسے خوابوں کی میں تعبیر کہتی ہوں۔

مجھے تم سے محبت ہے۔

کہ تم میرے تصور میں۔

ہمیشہ جگمگاتے ہو۔

بہت ہی مسکراتے ہو۔

یہی میری حقیقت ہے

مجھے تم سے محبت ہے۔۔

نظم ۔(میں نیلے رنگوں میں بٹ چکی ہوں)

میں اپنے خوابوں میں جھانکتی ہوں ۔
تو میری آنکھوں کے گرد۔
لوگوں کے سرد چہرے۔
عجیب وحشت میں مبتلا ہیں۔
میں آدھ کھلی سی۔
چمکتی آنکھوں میں۔
ان کے رنگوں کو جانچتی ہوں۔

میں ان کے رنگوں میں دیکھتی ہوں۔
تو ایسا لگتا ہے۔
زرد آنکھیں جھلس رہی ہوں۔
میں ایسے رنگوں میں کھو چکی ہوں۔
کہ جن سے میرا۔
کوئی پرانا بہت پرانا سا۔
اک تعلق ہوا اک صدی سے۔

میں ایسے رنگوں کو کاغذوں پر
کشید کرتی ہوں اس طرح سے۔
کہ جیسے رنگوں کا عکس۔
چہروں میں بٹ رہا ہو۔
میں دائروں میں۔
تمام رنگوں کو دیکھتی ہوں۔
یہ رنگ مجھ سے ناآشنا ہیں۔
میں ایسے رنگوں کو اپنی آنکھوں میں ایک مدت سے دیکھتی ہوں۔

ہر اک جانب عجیب رنگوں کا اک سماں ہے۔
یہ رنگ کتنے ہی دائروں میں پلٹ رہے ہیں۔
یہ رنگ رنگوں میں بٹ رہے ہیں۔
میں اپنے خوابوں میں نیلے رنگوں کو دیکھتی ہوں۔
جو ایک مدت سے مجھ میں محلول ہو رہے ہیں۔۔
یہ رنگ آنکھوں وحشتوں کا۔
عجیب قصہ بنے ہوئے ہیں۔

عجیب صدمہ بنے ہوئے ہیں۔

میں اپنی آنکھوں سے دیکھتی ہوں۔

کہ سانپ مجھ کو ہر ایک جانب سے ڈس رہے ہیں۔

میں اپنے چہرے کا رنگ شیشے میں دیکھتی ہوں۔

میرا چہرہ بہت ہی نیلا سا پڑ چکا ہے۔

بدن کی رنگت عجیب نیلی سی پڑ چکی ہے۔

بہت دنوں سے میں دیکھتی ہوں۔

میں نیلے رنگوں میں بٹ چکی ہوں۔

میں ساری دنیا سے کٹ چکی ہوں۔۔

زندگی کب تلک ستائے گی
ایک دن خود ہی مان جائے گی

دھڑکنیں کیوں خفا ہیں سانسوں سے
اب اجل ہی مجھے بتائے گی

گھنگرو یادوں کے سوچ نے پہنے
میری تنہائی مجھے نچائے گی

پھر برپا ہو گا آج رقصِ جنوں
شمع پروانوں کو جلائے گی

تیرے آنے کے بعد جانے سے
نبض ڈوبے گی جان جائے گی

تر ہے اشکوں سے میرا افسانہ
آنکھ پڑھ کر کسے سنائے گی

خوف طاری ہے مجھ پہ تمثیلہؔ
زندگی کس ڈگر پہ جائے گی

ایک ستارہ آوارہ
غم کا مارا آوارہ
ہر سو طوفاں رقص میں ہیں
اور کنارہ آوارہ
خاموشی سے پیار کے نیچے
یار پکارا آوارہ
اس کی آنکھ دھوپ کا جنگل
اور وہ پیارا آوارہ
تنہائی میں شب بھر دیکھوں
تارا تارا آوارہ
میں نے پیار کی بازی جیتی
لیکن ہارا آوارہ

رتجگوں کا قافلہ ہے آنکھ میں
کتنا مشکل راستہ ہے آنکھ میں

کس کا چہرہ آنکھ میں تحلیل ہے
کون شب بھر جاگتا ہے آنکھ میں

چھوڑ دے گا ایک دن آخر مجھے
پانیوں کا بلبلا ہے آنکھ میں

اپنا چہرے دیکھتا ہے ہر گھڑی
کس کو آخر ڈھونڈتا ہے آنکھ میں

منظروں کو قید کرنے کے لئے
زندگی کا دائرہ ہے آنکھ میں

چار سو تاریکیوں کا شہر ہے
ایک سورج ڈوبتا ہے آنکھ میں

ہجرتوں کا شہر ڈسنے لگ گیا
حادثہ در حادثہ ہے آنکھ میں
میں نے تمثیلہؔ محبت چھوڑ دی
کوئی مجھ کو سوچتا ہے آنکھ میں

نظم ۔۔۔۔۔دائرہ۔۔۔

میرے خوابوں بھری آنکھ میں گرد ہے۔۔

زرد چہرے پہ بکھری ہوئی زندگی۔۔

آئینوں پہ اٹے سب خدوخال ہیں۔۔

کیا بتاؤں سبھی دکھ بھرسال ہیں۔۔

پھول چہرہ تھا مرا جو کملا گیا۔۔

جھیل جیسی وہ آنکھیں کہاں رہ گئی۔۔

خوبصورت بدن خاک میں مل گیا۔۔

زندگی کھوگئی۔۔

آئینہ جس کی خاطر سنورتا رہا۔۔

زندگی ایک بھونچال بنتی گئی۔۔

ہم سبھی دائرے میں بھی محبوس ہیں۔۔

دائرے سے نکلنا بھی آساں نہیں۔۔

دائرہ زندگی کی علامت سہی۔

دائرہ ٹوٹنا اک قیامت سہی۔۔

دائرہ اک اذیت کا محور سہی ۔۔

دائرہ زندگی کا سمندر سہی ۔

اک سمندر میں کتنے ہی طوفان ہیں ۔

دائرے میں مقید وہ انسان ہیں ۔۔

اور انسان کی ہر نئی سوچ پر ۔۔

سلطنت دائرہ ۔۔

دائرہ زندگی کی نشانی میں ہے ۔۔

دائرہ وحشتوں کی کہانی میں ہے ۔۔

دائرہ سانس لیتی ہوئی زندگی ۔۔

دائرے سے نکلنا بھی اک موت ہے ۔۔

اور میری زندگی ۔

زندگی ہی نہیں ۔

جسم و جاں سے نکلتی ہوئی موت ہے ۔۔۔۔۔

چاند تاروں کا نگر ہے سامنے
غمگساروں کا نگر ہے سامنے

ہیں تمہارے پاؤں نازک ماہ جبیں
سنگ زاروں کا نگر ہے سامنے

تتلیوں کا رقص ہوتا تھا جہاں
ان بہاروں کا نگر ہے سامنے

کھو گئے پردیس جا کر کھو گئے
خاص یاروں کا نگر ہے سامنے

آؤ اپنی آنکھ سے تم دیکھ لو
بے سہاروں کا نگر ہے سامنے

پاؤں مٹی سے اٹے ہیں چار سو
خاک ساروں کا نگر ہے سامنے

کون تمثیلؔہ سہارے لوگ ہیں
میرے پیاروں کا نگر ہے سامنے

دل پر تیری یاد کے موسم لکھتی ہوں
تجھ کو اپنی سوچ کا ہمدم لکھتی ہوں
کاغذ پر کچھ اشک اترتے رہتے ہیں
تھوڑے تھوڑے جیون کے غم لکھتی ہوں
تیری یادیں شام سویرے آتی ہیں
اپنی سوچیں اکثر پُر نم لکھتی ہوں
ایک افسانہ ایک محبت کاغذ پر
تیری سوچ میں ڈوبی ہر دم لکھتی ہوں
غزلیں بھی ماحول مطابق آتی ہیں
اسی لئے تمثیلہؔ کم کم لکھتی ہوں

سویرا اکیڈیمی لندن کی مطبوعات

کتاب	مصنف
دوریاں	امجد مرزا امجؔد
پھلواری	امجد مرزا امجؔد
یادیں	راجہ محمد الیاس
اوکھے پینڈے	امجد مرزا امجؔد
یاداں	امجد مرزا امجؔد
باغاں دے وچکار	منور احمد کنڈے
تنہائیاں	امجد مرزا امجؔد
بیدار دل	منور احمد کنڈے
خیالِ واصف	آصف اکبر آبادی
خوشبوئے فضائے فردوس	نجمہ شاہین
جھوٹے لوگ	امجد مرزا امجؔد
طاق دل	منور احمد کنڈے
پینگ الارے	منور احمد کنڈے
دھنک کے رنگ	امجد مرزا امجؔد
وچھوڑے	امجد مرزا امجؔد
کانچ کی گڑیا	مسرت ناہید
حرفِ منور	منور احمد کنڈے
ہوائے موسمِ دل	امجد مرزا امجؔد
سمندر پار	راجہ محمد الیاس
توبہ	امجد مرزا امجؔد
وچھوڑے	امجد مرزا امجؔد
برطانیہ کے ادبی مشاہیر	امجد مرزا امجؔد
چند قہقہے	امجد مرزا امجؔد
پیاس	کلیم اللہ بیگ
یاد ماضی	امجد مرزا امجؔد
سوزِ حیات	امجد مرزا امجؔد
پھول اور کانٹے	ثناءاللہ سیالکوٹی
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں	مبارک صدیقی
تلخ وشیریں	ثناءاللہ سیالکوٹی
کچھ کہنا سخنوروں کا	امجد مرزا امجؔد
اسفار النبیؐ	ثناءاللہ سیالکوٹی
شامِ سخن	شائق نصیر پوری
شب تابِ سخن	شائق نصیر پوری
مائین کنارے	فوزیہ مغل
فوزیہ مغل اہلِ دانش کی نظر میں	فوزیہ مغل
سورج کا اغوا	سرور غزالی
سجری سویر	راجہ محمد الیاس
امجد مرزا امجد کا تخلیقی منظر نامہ	نذیر فتح پوری
اچھے برے لوگوں کے واقعات	ثناءاللہ سیالکوٹی
بولتے حروف	امجد مرزا امجؔد
زندگی ایک سفر	شرف الدین شرؔف
ندا	سیمیں برلاس
اشکِ تمنا	تمثیلہ لطیف

Amjad Mirza .E.mail: mirzaamjad@hotmail.co.uk

M.no: 07939 830093

اشکِ تمنّا

تمثیلہ لطیف

سویرا اکیڈیمی لندن
mirzaamjad@hotmail.co.uk
M.No : 07939830093